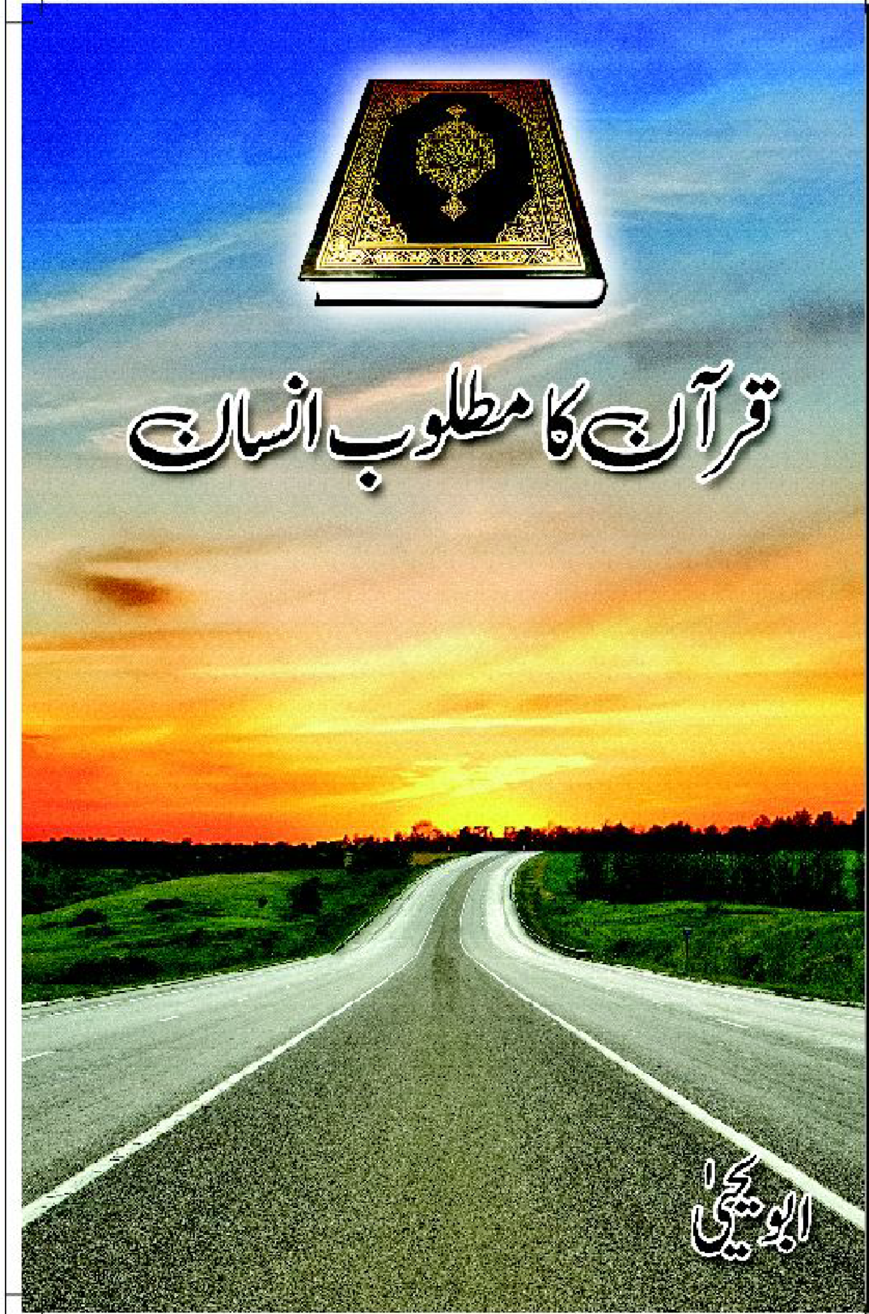

ابو یحیٰی

قرآن کا مطلوب انسان

ابو یحیٰی

اگر مقصد جنت ہے تو......

مسلمانوں کی تاریخ کے تمام اہل علم اول تا آخر، سلف تا خلف سب اس پر بات متفق ہیں کہ دین کی تمام تر جدوجہد کا آخری مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں اس کی جنت کا حصول ہے۔ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو اس طرح کھول کر بیان کرتے اور اتنا دہراتے ہیں کہ اس میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ اس مقصود کو سامنے ہی نہیں رکھتے بلکہ بار بار یہ بھی بتاتے ہیں وہ کیا راستہ ہے جس کی یہ منزل ہے۔

''قران کا مطلوب انسان'' اسی راستے کا بیان ہے۔ قرآن مجید بالکل واضح ہے کہ یہ راستہ سیدھا جنت تک جاتا ہے۔ اب مجھے اور آپ کو صرف اتنا کرنا ہے کہ اس راستے کو اپنی زندگی بنالیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز اس کتاب کے دو چار صفحات پڑھنا اپنا معمول بنالیں۔ قرآن کے الفاظ اور سیرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی تاثیر ہے کہ اگر ہم انہیں پڑھتے رہے تو یہ خود ہی ہماری زندگی بن جائیں گے۔ اس کے ساتھ اگر روزانہ قرآن مجید کی تلاوت و ترجمہ ہمارا معمول بن جائے تو ہم کبھی کسی فکری اور عملی گمراہی کا انشاء اللہ شکار نہ ہوں گے۔

اگر آپ کی زندگی کا مقصود جنت ہے تو آپ پورے اعتماد سے اس راہ پر قدم رکھ دیجیے۔ انشاء اللہ آپ لازماً جنت کی منزل تک پہنچ کر رہیں گے۔

اس کتاب کو پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے حاصل کرنے کے لیے ای میل ایڈریس abuyahya267@gmail.com یا فون نمبر (0092)-03323051201 پر رابطہ کیجیے۔ دعوتی مقصد سے زیادہ تعداد میں کتاب خریدنے والوں کے لیے خصوصی رعایت ہے۔

.... قرآن کا مطلوب انسان ....

قرآن کا مطلوب انسان

قرآن کے الفاظ اور احادیث کے آئینے میں جانیے

ہمارا رب ہم سے کیا چاہتا ہے

ابو یحییٰ

انذار پبلیشرز

A Non-Profit Organization

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	قرآن کا مطلوب انسان
ISBN نمبر	:	978-969-9807-05-3
مصنف	:	ابو یحییٰ
ناشر	:	انذار پبلیشرز: 03323051201
ویب سائٹ	:	www.Inzaar.org
ای میل	:	abuyahya267@gmail.com
ٹائٹل	:	حافظ حسن سلیم
قیمت	:	250 روپے
ملنے کا پتہ	:	پوری دنیا میں کسی بھی جگہ گھر بیٹھے یہ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے۔

(0092)-03323051201

مزید مقامات کے لیے دیکھیے ہماری

ویب سائٹ www.Inzaar.org

ان داعیان حق کے نام جو

ہر خوف، خواہش، طمع اور تعصب

سے بلند ہو کر صرف

اللہ کی طرف بلاتے ہیں

فہرست ابواب

'قرآن کا مطلوب انسان' کیا ہے؟ 7

جنت کا راستہ 8

ہم نے ''دیا'' جلا کے سر بام رکھ دیا 11

'قرآن کا مطلوب انسان'

مکی سورتوں میں

صراط مستقیم کیا ہے؟ 16

حرمتوں کے بارے میں خدائی ضابطہ 25

جنت میں ملائکہ کے سلام کے مستحق لوگ 33

اللہ تعالیٰ کی نصیحت 40

اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کا فیصلہ 46

جنت کی کامیابی کون پائے گا 59

رحمان کے بندوں کی خصوصیات 66

ایک مرد صالح کی نصیحت 76

ابدی نعمتیں کن کے لیے ہیں 85

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا کردار 93

جنت کی عزت کا مستحق کون ہے 103

قیامت کو جھٹلانے والے کا کردار 111

'قرآن کا مطلوب انسان'

مدنی سورتوں میں

قرآن کن لوگوں کے لیے ہدایت ہے 118

بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد 125

نیکی کیا ہے 131

دنیا پرستی اور خدا پرستی کا فرق 138

آسمان و زمین کی وسعت والی جنت کن کے لیے ہے 146

عقلمندوں کا رویہ 154

شیطان کن کا ساتھی اور کن کا نہیں 160

جنت کے خریداروں کی صفات 169

مغفرت اور اجر کا وعدہ کن لوگوں کے لیے ہے 177

مسلمانوں کے باہمی حقوق 185

ایمان اور ہجرت کے تقاضے 191

کچھ اہم سوالات کے جواب 199

قرآن مجید کیا ہے؟

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نصیحت، اور سینوں کے امراض کی شفا اور اہل ایمان کے لیے ہدایت و رحمت آ گئی ہے۔ اے نبی کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل و رحمت سے (اترا ہے)۔ اس پر تو لوگوں کو خوشیاں منانی چاہئیں۔ یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ جمع کر رہے ہیں۔

(یونس 10:58-57)

’قرآن کا مطلوب انسان‘ کیا ہے؟

- ☆ اس سوال کے جواب کو قرآن مجید کے 23 مقامات سے منتخب کیا گیا ہے۔
- ☆ ابتدا میں مکی اور پھر مدنی سورتوں کو رکھا گیا ہے۔ اس ترتیب کا سبب اس بات کو واضح کرنا ہے کہ دین کی بنیادی دعوت ہر دور اور ہر طرح کے حالات میں ایک ہی رہتی ہے۔
- ☆ ہر مجموعۂ آیات کا ایک عنوان تجویز کیا گیا ہے، جو ان آیات کی ابتدا یا اختتام پر اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا ہے۔ ہر جگہ ’عنوان و مطالبات‘ کے تحت اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔
اس عنوان سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ جو احکام دیے جا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو عین مطلوب ہیں۔
- ☆ آیات کے ترجمہ میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر مطالبہ ایک نئی لائن سے شروع ہو۔ تا کہ صرف ترجمہ پڑھ کر بھی مطالبات بالکل واضح ہو جائیں۔
- ☆ مزید وضاحت کے لیے ہر مطالبہ کو الگ الگ خاص طور پر بیان کیا گیا ہے تا کہ بات آخری درجہ میں واضح ہو جائے۔ ساتھ میں ان مطالبات کی مختصر تشریح بھی کر دی گئی ہے۔
- ☆ ہر عنوان کے ساتھ آیت کا ترجمہ دوبارہ دے دیا گیا ہے تا کہ اصل حکم کی یاد دہانی ہو جائے۔
- ☆ آخر میں احادیث مبارکہ کے دلنواز اسلوب میں اس مطالبے کی اہمیت کو واضح کر دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنت کا راستہ

نبوت مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس حوالے سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس وجہ سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا۔اس سوال کا جواب بہت سادہ ہے اگر یہ واضح ہو جائے کہ حضرات پیغمبر علیہم السلام کیا کرنے آتے تھے۔

پیغمبروں کی آمد کا بنیادی مقصد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس منصوبے سے آگاہ کرنا ہوتا تھا جس کے تحت یہ دنیا بسائی گئی ہے۔یعنی یہ دنیا دارالامتحان ہے اور انسان کی حقیقی زندگی آخرت میں شروع ہوگی جہاں جنت اور جہنم میں سے کوئی ایک انجام اس کا منتظر ہے۔جنت اللہ کی فرمانبرداری کا نتیجہ ہے اور جہنم اس کی نافرمانی کا۔

انبیا علیہم السلام لوگوں کو نہ صرف اس منصوبے سے آگاہ کرتے بلکہ یہ بھی بتاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کن چیزوں سے راضی ہوتے اور کن سے ناراض ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام آخری دفعہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کو ملا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ آپ کا لایا ہوا پیغام یعنی قرآن مجید اب قیامت کے دن تک بالکل اسی طرح محفوظ کر دیا گیا جس طرح وہ آپ پر نازل ہوا تھا۔اس کے ساتھ ہی قرآن مجید پر عمل کا ایک بہترین نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و احادیث کی شکل میں محفوظ ہو گیا۔اصل پیغام کی مکمل حفاظت ہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بنا پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کی بنا پر قرآن مجید میں متعدد مضامین جمع ہیں۔اس میں دین کی اصل

دعوت جس کا اوپر بیان ہوا بھی ہے اور اس کے دلائل بھی ہیں۔اس دعوت کی تفصیل بھی ہے اور اسے ماننے اور اس کا انکار کرنے کے نتائج کا بھی بیان ہے۔یہ دعوت پچھلے رسولوں نے کس طرح دی اور انھیں کیا جواب ملا یہ بھی اس کتاب کا موضوع ہے اور آخری نبی کے ماننے اور نہ ماننے والوں کی تفصیلی روداد بھی اس میں شامل ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس کتاب الٰہی میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا وہ کیا راستہ ہے جو جنت تک جاتا ہے اور نافرمانی کی وہ کیا راہیں ہیں جو جہنم کے انجام سے انسان کو دوچار کر سکتی ہیں۔ہم عام انسانوں کے لحاظ سے یہ آخری حصہ اہم ترین ہے۔کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو اگر ہمیں یاد رہے تو برے انجام سے بچ سکیں گے۔اسے اختصار کے ساتھ ایمان اور عمل صالح کہا گیا ہے۔مگر قرآن مجید میں یہ اہم ترین بات ایک ساتھ بیان نہیں ہوئی بلکہ پورے قران میں بکھری ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کو اس سعادت سے سرفراز کیا کہ اس نے قران مجید میں جابجا بکھری ہوئی اس دعوت ایمان و عمل صالح کی تفصیل کو اکٹھا کر کے ایک ساتھ بیان کر دیا ہے۔یہ میرے اس کام کا ایک حصہ ہے جو میں پورے قرآن مجید پر کر رہا ہوں جس میں قرآن مجید کی دعوت، دلائل اور اس کے مطالبات کو الگ الگ مرتب کر رہا ہوں۔ اس کام میں سب سے پہلے دعوت ایمان و عمل صالح کو کئی برس قبل توفیق باری تعالیٰ سے میں نے مکمل کر لیا تھا، تاہم میری خواہش تھی کہ اس کی اشاعت احادیث کے ساتھ ہی ہو۔کیونکہ قرآن مجید کے نقشے پر زندگی کے حقیقی رنگ اگر کسی نے بکھیرے ہیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی ہے جیسے ہماری ماں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے ایسے بیان کیا کہ کان خلقه القرآن،(صحیح مسلم، رقم 1773) یعنی قران مجید ہی آپ کے اخلاق کا بیان ہے۔یہ وہ بے نظیر نمونہ ہے جس کی بنا پر قرآن مجید نے آپ کو صاحب خلق عظیم (القلم 4:68) قرار دیا۔

میں اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر یہ کام نہیں کر پا رہا تھا۔مگر پھر برادرِ عزیز مبشر نذیر نے کچھ احادیث کا انتخاب کیا۔ پھر میرے عزیز بھائی پروفیسر عقیل نے ہر مجموعہ آیات کی مناسبت سے احادیث جمع کر دیں۔ میرا اکمل اطمینان پھر بھی نہیں ہوا۔آخر کار میں نے محترم ڈاکٹر عبدالباری صاحب کے سامنے مضامین کے اعتبار سے مرتب احادیث کے بعض مجموعے رکھ کر درخواست کی اوران کی محنت شاقہ سے الحمدللہ یہ کام پورا ہوا۔گرچہ میرا احساس ہے کہ ابھی بہت کچھ بہتری کی گنجائش باقی ہے،مگراب اتنا اطمینان ہے کہ میں اس کتاب کو آخر کار شائع کر رہا ہوں۔

لوگ ’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ کو میری سب سے بڑی تصنیف سمجھتے ہیں،لیکن میرے لیے سب سے بڑی سعادت ’’قران کا مطلوب انسان‘‘ کی اشاعت ہے۔ یہ اول تا آخر اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس راستے کا بیان ہے جو اصل زندگی کے آغاز پر ہم سب کو جنت کے بہترین انجام سے ہمکنار کرسکتا ہے۔

’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ کو پڑھ کر لوگوں کے دلوں میں جنت میں جانے اور جہنم کے انجام سے بچنے کی خواہش شدت سے پیدا ہوئی تھی۔مگر جنت خواہش سے نہیں عمل سے ملتی ہے۔ یہ بندہ عاجز قرآن مجید کے مستند ترین الفاظ اور احادیث کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں وہ راستہ بھی جنت کے چاہنے والوں کے سامنے رکھ رہا ہے جو انہیں سیدھا ان کی منزل تک پہنچا دے گا۔میری خواہش ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔ اس لیے کہ یہ میری تصنیف نہیں کلام الٰہی کا بیان ہے۔اس سے زیادہ سیدھی اور سچی بات کوئی نہیں ہوسکتی۔

بندہ عاجز

ابو یحییٰ

یکم جون 2013

ہم نے ’’دیا‘‘ جلا کے سربام رکھ دیا

ہمارا معاشرہ اپنی اساس میں ایک دینی معاشرہ ہے۔تاہم یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام تر دینی جدو جہد کے باوجود بھی ہمارا معاشرہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اخلاقی انحطاط کی طرف بڑھ رہا ہے۔فرد کی زندگی سے سکون اور معاشرے سے جان مال آبرو کا تحفظ ختم ہو چکا ہے۔ ہمارے ذاتی ،خاندانی، کاروباری اور سماجی تعلقات توڑ پھوڑ کا شکار ہیں۔روحانیت کا بحران ہے۔ مادیت کا عروج ہے۔ مذہب پسندی اب تعصب اور ہٹ دھرمی کا نام بن چکی ہے۔ ہر گروہ خود کو حق اور دوسروں کو باطل سمجھتا ہے۔مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ ملاوٹ،عہد شکنی، رشوت سے لے کر بدعات ومنکرات تک ہر چیز مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر کچھ نہیں پایا جاتا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے خلق عظیم ہیں جس کو سامنے رکھ کر دینِ حق کی دعوت انسانیت کو دی گئی تھی۔

یہ وہ صورتحال ہے جس میں لمحہ بھر ٹھہر کر ہمیں سوچنا چاہیے کہ مسئلہ کہاں ہے۔ ہمارے نزدیک مسئلہ اس سوال کے جواب میں پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیا چاہتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب دوسروں نے دیا ہے،اس پر کوئی تبصرہ کیے بغیر ہم اس سوال کا وہ جواب آپ کے سامنے رکھیں گے جو خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔مگر اس کے لیے ہم اپنی کسی تحقیق، اجتہاد، رائے ،فہم اور غور فکر کو سامنے نہیں رکھیں گے بلکہ اللہ کے اپنے کلام کی روشنی میں ......نہیں نہیں......کلام کی روشنی میں نہیں، بلکہ اس کے اپنے صریح الفاظ میں یہ بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ

کیا چاہتے ہیں۔اس بات کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سوال کا سب سے بہتر اور صحیح جواب قرآن پاک ہی دے سکتا ہے۔اور بلاشبہ قرآن کریم نے یہ جواب دیا ہے۔ہماری خدمت صرف یہ ہے کہ ہم اس جواب کو بعینہٖ آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔

ابھی تک اللہ تعالیٰ کے نام پر جو کچھ کہا جاتا رہا ہے وہ سب جانتے ہیں۔اس کتاب میں آپ پروردگار عالم کے اپنے الفاظ میں سن لیجیے کہ وہ آپ سے کیا چاہتا ہے۔آج تک اگر نہیں سنا ہے تو آج دل تھام کر سن لیجیے کہ آپ کا رب آپ سے کیا چاہتا ہے۔صراط مستقیم کیا ہے۔اللہ کن باتوں کا حکم دیتا اور کن سے روکتا ہے۔جنت کی کامیابی کون پائے گا۔رحمان کے بندوں کی خصوصیات کیا ہیں۔قرآن کن لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔صالحین اور انبیا کا طریقہ کیا ہے۔خدا کی پسند و ناپسند کیا ہے۔نیکی کیا ہوتی ہے۔قرآن ان جیسے متعدد اسالیب میں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیا چاہتے ہیں۔

یاد رکھیے قیامت کے دن خدا کے احتساب کی بنیادیں بہت سادہ ہوں گی۔اس کا ایک نمونہ شیطان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس گفتگو میں قرآن پاک میں موجود ہے، جو قصۂ آدم و ابلیس کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔یعنی جب میرا حکم معلوم تھا تو تمھاری نگاہ کسی اور چیز کی طرف کیوں گئی؟ کیوں دوسری چیزیں تمھارے لیے اہم ہوگئیں؟ کیوں میری بات کو تم نے قابل توجہ نہیں سمجھا؟ کیوں میرے الفاظ تمھارے لیے مسئلہ نہیں بنے؟ تمھاری فکر، تمھارے اجتہاد، تمھاری رائے کا وزن کیا میرے صریح حکم سے زیادہ تھا؟

ہم نہیں جانتے کہ جن لوگوں کا عمل اس مطالبہ کے مطابق نہ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محفوظ کلام میں اور اپنے الفاظ میں، قیامت تک کے لیے لوگوں کے سامنے رکھا ہے، وہ اس روز کیا کریں گے۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر، آپ کے دل میں جنت کی معمولی سی بھی خواہش ہے تو ایک دفعہ ضرور قرآن میں موجود خدا کے اس جواب کو پڑھیں جو وہ جنت میں جانے کے خواہش مندوں کو دیتا ہے۔ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد، جنت کے خواہشمند کسی شخص کی توجہ، کسی اور طرف نہیں ہوسکتی۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے دیا جلا کے سرِ بام رکھ دیا

بہت سے علمی اور فکری نوعیت کے سوالات ہیں جو ابھی شاید کسی ذہن میں باقی ہوں۔ہم ان کا جواب انشاءاللہ اس کتاب کے آخر میں ایک مفصل مضمون میں دیں گے۔

\- - - - - - - - - - - - - - - - - -

سلام کرنے کی فضیلت اور آداب

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔کونسا اسلام بہتر ہے فرمایا کھانا کھلانا اور سلام کہنا ہر اس شخص کو جس جو تو جانتا ہے یا اس کو نہیں جانتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور ایمان نہیں لاؤ گے یہاں تک کہ آپس میں دوستی کرو اور کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں جب تم اس کو کر لو گے آپس میں محبت کرنے لگو گے اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ **(روایت کیا اس کو مسلم نے)**

انسانیت کی دعا
عالم کے پروردگار کے حضور

''شکر اللہ ہی کے لیے ہے، عالم کا پروردگار، سراسر رحمت، جس کی شفقت ابدی ہے، جو روز جزا کا مالک ہے۔ (پروردگار)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت بخش دے، ان لوگوں کی راہ جن پر تونے عنایت فرمائی ہے، جو نہ مغضوب ہوئے ہیں، نہ راہ سے بھٹکے ہیں۔'' (الفاتحہ 1۔ آیت 1-6)

'قرآن کا مطلوب انسان'
مکی سورتوں میں

1۔ صراط مستقیم کیا ہے؟

''ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں تمھارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں:
یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو،
اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو،
اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔
اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی،
اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم (ٹھہرایا) ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔
اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد (بلوغت) کو پہنچ جائے۔
اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔
اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو،
اور اللہ کے عہد کو پورا کرو، ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔
نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ وصیت جو تمھارے رب نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔'' (الانعام 6:153-151)

عنوان و مطالبات

یہ سورہ انعام کی آیات ہیں۔ اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قریش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عطا کردہ دینِ حنیف کی تعلیمات کو مسخ کر کے اپنی خود ساختہ شریعت اور عقائد گھڑ لیے تھے۔ اس سورت کا موضوع قریش کے انہی خود ساختہ عقائد اور اعمال کی تردید ہے۔ سورہ انعام کی پیش نظر آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ کیا چیزیں ہیں جو اصل میں حرام و ناجائز ہیں۔ آخر میں آیت 153 میں ان باتوں پر عمل کو صراط مستقیم قرار دیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر راستوں کو گمراہی کی پگڈنڈیاں قرار دے کر ان پر چلنے سے روکا ہے۔ اسی کو ہم نے آیات کا عنوان بنا لیا ہے۔ سورہ انعام کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی 'صراط مستقیم' کی ہدایت دی گئی ہے اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا۔

1۔ شرک سے پرہیز (اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)

وضاحت: دین کی اصل ''توحید'' ہے۔ قرآن کے مطلوب انسان کی زندگی ''ایک'' اللہ کی وفادار ہوتی ہے۔ اس کا ہر سجدہ، ہر امید، ہر اندیشہ، ہر محبت، ہر خوف، ہر دعا، ہر عبادت، صرف اور صرف ایک اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شرک ایسی چیز ہے کہ قرآن نے دو جگہ صاف اعلان کر دیا کہ خدا جس گناہ کو چاہے گا معاف کر دے گا، مگر شرک کو کسی صورت معاف نہیں کرے گا، (النساء 4:48، 116)۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی للہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن خفیف ترین عذاب والے دوزخی سے اللہ فرمائے گا: اگر تیرے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں تو کیا آج عذاب سے چھوٹنے کے لیے تو وہ سب چیزیں دے

دے گا؟ دوزخی کہے گا جی ہاں۔ اللہ فرمائے گا: جب تو آدم کی پشت میں تھا اس وقت میں نے تجھ سے اس سے بہت زیادہ آسان چیز کی خواہش کی تھی کہ (پیدا ہونے کے بعد) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا، مگر تو بغیر شرک کے نہ رہا۔ (متفق علیہ)

2۔ والدین کے ساتھ احسان (اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو)

وضاحت: ایک انسان پر اللہ تعالیٰ کے بعد، سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد والدین سے حسن سلوک کا ذکر کیا ہے۔ اس حسن سلوک میں ادب، لحاظ، خدمت، محبت، معروف میں اطاعت، ان پر انفاق وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس مطالبے کی تفصیل آگے جگہ جگہ آئے گی۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو پوچھنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ کس کا حق ہے کہ میں اس کے ساتھ (نیک) سلوک کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں کا۔ پوچھا پھر کس کا؟ فرمایا: تیری ماں کا۔ اس نے پھر پوچھا کس کا؟ آپ نے پھر فرمایا: تیری ماں کا۔ اس نے عرض کیا پھر کس کا؟ فرمایا: تیرے باپ کا۔ (بخاری جلد سوم حدیث نمبر 912)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ جنت (کے اندر داخل ہونے) کا وسطی دروازہ ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کی نگہداشت کرو یا (چاہو) کھودو۔ (رواہ احمد والترمذی)

3۔ مفلسی کے خوف سے اولاد کا قتل (اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے)

وضاحت: عرب میں اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کر دیا جاتا تھا۔ جبکہ بیٹیوں کو رسوائی کے ڈر سے

زمین میں زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم انہیں اور تمھیں دونوں کو رزق دیں گے۔ یہ ہدایت ہے تو عرب کے خاص پس منظر میں، مگر اس سے جو اصولی بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو خدا پر توکل کرنا چاہیے۔ مفلسی سے ڈرانا شیطان کا بڑا موثر ہتھیار رہے۔ چنانچہ رزق کی تنگی کے خوف سے کوئی بھی حرام کام کرنا قطعاً غلط ہے۔ چاہے وہ اولاد کا قتل ہو، رزق حرام کمانا ہو یا کوئی اور جرم۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کو اپنے دین کامل میں اس وقت تک (معافی کی) گنجائش رہتی ہے جب تک وہ حرام طریقے سے کسی کا خون نہ بہائے۔ (بخاری، حدیث 6862)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اللہ پر اسی طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اسی طرح رزق دے گا جس طرح وہ چڑیوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ صبح کو جب گھونسلوں سے روزی کی تلاش میں روانہ ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ خالی اور جب شام کو لوٹتی ہیں تو بھرے ہوتے ہیں، (ترمذی)

ایک آدمی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کروں یا اسے چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے اسے باندھو پھر توکل کرو، (ترمذی)

4۔ کھلے اور چھپے فواحش سے پرہیز

(اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی)

وضاحت: جنسی بے راہروی پر مبنی ہر کام 'فحش' ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان معاشرتی دباؤ کی بنا پر ان سے اس وقت تو دور رہتا ہے جب دیکھنے والے موجود ہوں، مگر چھپ کر وہ ان کاموں

میں ملوث ہوجاتا ہے۔قرآن کا مطالبہ ہے کہ ان سے ہر حال میں دور رہا جائے۔اس گندگی سے نظر کو بھی محفوظ رکھا جائے اور سینے کو بھی پاک رکھا جائے۔عملاً بھی اس سے بچا جائے اور ذہناً بھی۔تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ سب سے زیادہ غیرت مند اللہ کی ذات ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو جو کھلے ہوں یا چھپے ہوں حرام کیا ہے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1754)

زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے، اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔ (موطا امام مالک، سنن ابن ماجہ)

5۔انسانی جان کی حرمت (اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ)

وضاحت: انسانی جان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر معمولی حرمت ہے۔اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے سوا،کسی انسان کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔جس نے کسی کو ناحق قتل کیا،اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے خون (ناحق) کے فیصلے کیے جائیں گے۔(متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنے کے لیے لڑنا کفر ہے۔(بخاری حدیث 1959)۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نظر میں مومن کے ناحق قتل کے مقابلہ میں ساری دنیا کا فنا ہوجانا حقیر ہے۔(ابن ماجہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گناہ کی امید ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے،سوائے اس شخص کے جو کافر مرا ہو، یا کسی کو قصداً اس نے قتل کیا ہو۔(رواہ النسائی۔)

6۔مال یتیم ناحق کھانے سے بچنا (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے)

وضاحت: انسانی نفسیات ہے کہ وہ کمزور کے ساتھ جو چاہے زیادتی کر دیتا ہے۔خاص کر کوئی یتیم زیر سایہ ہو تو اس کی بے کسی کی بنا پر اس کا مال ہڑپ کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔قرآن مجید نے اس رویے کی سخت مذمت کی ہے اور سورہ نسا کے آغاز پر اس رویے کو موضوع بنا کر اس پر جہنم کی وعید دی ہے۔البتہ سرپرست غریب ہو تو حق خدمت کے طور پر دستور کے مطابق یتیم کا مال استعمال کرسکتا ہے،(النسا6:4)۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ان میں سے ایک یتیم کا مال کھانا ہے(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 38)

7۔ناپ تول پورا کرنا (اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔)

وضاحت: ناپ تول کو پورا کرنا لازمی دینی مطالبات میں سے ایک ہے۔البتہ انجانے میں کچھ کمی بیشی ہوجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت نہیں ہے۔یہ رویہ صرف دکانداروں کی ناپ تول تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں پیسہ لے کر پورا کام کرنا، پورا وقت دینا، جو طے کیا ہے وہی دینا،اسی طریقے سے دینا، ملاوٹ نہ کرنا سب شامل ہیں۔

حدیث: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جوقوم غنیمت کے مال میں چوری کرتی ہے ان کے دل بودے ہوجاتے ہیں، اور جس قوم میں زنا زیادہ ہوجاتا ہے ان میں موت بھی بہت زیادہ ہوجاتی ہے، اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان کی روزی بند ہوجاتی ہے، اور جوقوم ناحق فیصلہ کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوجاتی ہے، اور جوقوم عہد توڑتی ہے ان پر دشمن غالب ہوجاتا ہے۔(موطاامام مالک: جلداول: حدیث نمبر 996)

8۔لوگوں کے متعلق عدل سے بات کہنا (اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو)

وضاحت: انسان کی بڑی کمزوری ہے کہ وہ جذبات کا شکار ہوکر خلاف حق بات کہہ جاتا ہے۔ قرآن نے اس سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔خاص کر جب کسی سے اختلاف ہوجائے یا پھر جب اپنے گروہ، خاندان اور دوست اقربا وغیرہ کی حمایت کا معاملہ ہوتو انسان کی دلچسپی حق کے ساتھ نہیں رہتی۔ایک بندہ مومن کو یہ رویہ زیب نہیں دیتا۔وہ ہر حال میں سچی بات کہتا ہے چاہے معاملہ اپنے گروہ یا اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔

حدیث: ابوفسیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اپنے لوگوں سے محبت کرنا کیا عصبیت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔(مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: جھوٹی شہادت شرک کے مساوی ہے۔(ابی داؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت اس بات پر کی تھی......اور یہ کہ ہم حق پر قائم رہیں

گے یا یہ کہا کہ ہم حق بات کہیں گے جہاں بھی ہوں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے۔(صحیح بخاری: جلدسوم: حدیث نمبر 2063)

9۔خدا کے عہد کو پورا کرنا (اور اللہ کے عہد کو پورا کرو)

وضاحت: یہاں 'خدا کے عہد' کو پورا کرنے کا حکم ہے۔اس سے مراد خدا سے کیا گیا عہد بھی ہے اور خدا کا نام لے کر انسانوں سے کیا گیا عہد بھی۔عہد کا پورا کرنا ایک لازمی اخلاقی تقاضہ ہے۔جس معاشرے میں افراد اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور صرف مادی مفاد کے پیچھے چلیں، وہ معاشرہ کبھی دنیا میں باقی نہیں رہ سکتا۔

حدیث: عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نہ چوری کروگے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کروگے اور اپنے آگے پیچھے کوئی بہتان نہ اٹھاؤ گے۔اور حکم شرع میں نافرمانی نہ کروگے تم میں سے جس شخص نے اپنا وعدہ پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا دنیا میں اس کو اس کی سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ اور پاکی کا ذریعہ ہے اور جس شخص کی ستر پوشی اللہ نے کی تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے۔(صحیح بخاری: جلدسوم: حدیث نمبر 1706)

10۔صراط مستقیم کا اتباع (یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے۔)

وضاحت: آخری بات یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وہی صراط مستقیم ہے اور جو دوسروں کے مقرر کردہ راستے ہیں وہ سرتاسر گمراہی ہیں۔یہی وہ بات ہے جس کی بنا پر ہم قرآن کے بیان

کردہ مطلوب انسان کو آج کے اس شخص کے سامنے لانا چاہتے ہیں جو خدا کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ہم ان تئیس مقامات پر جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ خدا کا مطالبہ ہے۔خدا اسی پر چلانا چاہتا ہے۔یہی خدا کی نظر میں اہم ترین چیز ہے۔اس سے زیادہ اہم کچھ اور نہیں۔باقی چیزیں اگر دین نے کسی حکم کے تحت بیان بھی کی ہیں تو وہ اسی راستے کی تفصیلات ہیں۔وہ اس اصل دین، اس اصل راستے کی جگہ کبھی نہیں لے سکتیں اور نہ اس سے زیادہ اہم ہو سکتی ہیں۔یہی وہ 'صراط مستقیم' ہے، جس پر چلنے کی دعا ہر نماز میں سورہ فاتحہ میں کی جاتی ہے۔

حدیث: ا۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس لکیر سے دائیں بائیں مختلف لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ مختلف راستے ہیں۔ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہے اور لوگوں کو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔(رواہ احمد ونسائی والدرامی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا

اَللّٰهُمَّ رَحۡمَتَكَ اَرۡجُوۡ فَلَا تَكِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طَرۡفَةَ عَیۡنٍ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ شَاۡنِیۡ كُلَّهٗ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ۔

”اے اللہ، میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو لمحے بھر کے لیے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرے تمام معاملات درست فرما دے۔(پرودگار)، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

2۔ حرمتوں کے بارے میں خدائی ضابطہ

”اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ اور پیو، اور اسراف نہ کرو۔اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،
اے رسول ان سے کہو، کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دی ہیں۔کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لیے ہیں، اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔اے نبی کہہ دو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں:
بے حیائی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے،
اور حق تلفی،
اور ناحق زیادتی،
اور اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ تم کسی چیز کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری،
اور یہ کہ تم اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔“ (الاعراف 7:33-32)

عنوان ومطالبات

سورہ اعراف کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کے بارے میں انسانوں کی بے

اعتدالی کو موضوع بنا کر یہ بتایا ہے کہ اللہ اور بندوں کے حقوق کے حوالے سے وہ کون سی چیزیں ہیں جو اصلاً حرام ہیں اور ہر حرمت کی بنیاد ہیں۔ آیت 33 میں بیان کردہ الفاظ 'رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں' کو ہم نے عنوان بنالیا ہے۔

1۔ زینت اور کھانے پینے کا حکم (ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ اور پیو)

وضاحت: انسانوں کا یہ مسئلہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی ذہن کی بنا پر چیزوں کو حرام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر قریش کی مذہبی قیادت نے طواف کے موقع پر غیر قریش کے لیے کپڑے پہننا ناجائز قرار دے دیا تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک دوسرے لوگوں کے کپڑے زینتِ دنیا میں شامل تھے۔ قرآن نے اس کی سختی سے تردید کر کے یہ حکم دیا کہ مسجد میں حاضری کے موقع پر لباس کی زینت اختیار کرو اور اطمینان سے کھاؤ پیو۔

پھر آیت 32 میں یہ بالکل واضح کر دیا گیا کہ لباس ہو یا کوئی اور زینت یا پاکیزہ رزق ہو یہ تو ہیں ہی اہل ایمان کے لیے۔ اس لیے ایمان کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ انسان دنیا کی زینتوں اور نعمتوں کو چھوڑ دے۔ اس لیے کھاؤ پیو اور اطمینان سے زینت بھی اختیار کرو۔ خدا اس پر کوئی پکڑ نہیں کرے گا۔

حدیث: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اظہار پسند کرتا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 723)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے اس عمل سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے اور اس پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر کرے یا کچھ پیئے اور اس پر اس کی حمد اور شکر ادا کرے۔ (مسلم)

ابو مطر تابعی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین درہم میں ایک کپڑا خریدا اور جب اسے پہنا تو کہا: حمد و شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ لباس زینت عطا فرمایا اور جس سے میں لوگوں میں آرائش حاصل کرتا ہوں اور اپنی ستر پوشی کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کپڑا پہن کر) اسی طرح انہی الفاظ میں اللہ کی حمد و شکر کرتے تھے۔ (مسند احمد، معارف الحدیث)

ابوالاحوص تابعی اپنے والد (مالک بن فضلہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بہت معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں (اللہ کا فضل ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کس نوع کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ نے ہر قسم کا مال دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائے بیل بھی ہیں، بھیڑ بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، غلام باندیاں بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے تم کو مال و دولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کے انعام و احسان اور اس کے فضل و کرم کا اثر تمھارے اوپر نظر آنا چاہیے۔ (مسند احمد۔ سنن نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک پراگندہ حال آدمی پر پڑی جس کے سر کے بال بالکل منتشر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا یہ آدمی ایسی کوئی چیز نہیں پا سکتا تھا جس سے اپنے سر کے بال ٹھیک کر لیتا۔ (اور اسی مجلس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو بہت میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو ارشاد فرمایا: کیا اس کو کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی جس سے یہ اپنے کپڑے دھو کر صاف کر لیتا؟ (مسند احمد، سنن نسائی)۔

2۔اسراف سے بچنا (اوراسراف نہ کرو۔اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

وضاحت: زینت کی اجازت کے ساتھ ان آیات میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ زینت کے حلال ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ہر وقت زیب و زینت کے مظاہر اور کھانے پینے کے پیچھے لگا رہے اور انہیں مقصد زندگی بنا کر اعتدال سے تجاوز کر جائے ۔ بلکہ انہیں اعتدال کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے۔اپنے مال کو صرف انہی چیزوں پر خرچ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھاؤ پیو صدقہ کرو اور پہنو بشرطیکہ اس میں اسراف یا تکبر کی آمیزش نہ ہو۔(بخاری کتاب اللباس)

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی سیرت، اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت اور میانہ روی ایک حصہ ہے نبوت کے چوبیس حصوں میں سے۔(ترمذی)

3۔فواحش کی نوعیت کے ظاہری اور باطنی گناہ (بے حیائی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی ایک بنیادی اساس ان کا فحش ہونا ہے۔ان فواحش کی مثال عریانی، بدنگاہی، زنا اور دیگر جنسی انحرافات ہیں۔ یہ گناہ چاہے ظاہر ہوں یا لوگوں سے چھپ کر کیے جائیں اللہ کے نزدیک قطعاً حرام ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلی نبوت کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اس میں ایک مقولہ یہ بھی ہے کہ 'جب تم میں شرم وحیا نہ ہو، تو پھر جو چاہو کرو'۔(بخاری)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر

کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے۔ بے حیائی ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جاتا ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2074)

4۔حق تلفی کی نوعیت کے گناہ (اور اللہ نے حق تلفی کو حرام کیا ہے)

وضاحت: اس دنیا میں انسان پر بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ان حقوق کا تعلق اپنی ذات، خاندان، اقربا، سوسائٹی کے محروم طبقات، معاشرے اور خود اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔یہ گویا حقوق العباد اور حقوق اللہ کی جامع ترین تعبیر ہے۔ان حقوق کی تفصیل جگہ جگہ ان منتخب مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ان کی ادائیگی میں کوتاہی کو یہاں 'اثم' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے قطعاً حرام قرار دیا ہے۔آگے عنوان نمبر 4 ''اللہ تعالیٰ کی نصیحت'' میں فواحش اور سرکشی کے بیچ میں حق تلفی کی جگہ 'منکرات' کو رکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ بندوں کے یہ حقوق اللہ کو بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان برائیوں کو تم خود بھی 'منکر' یعنی برا جانتے ہو۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن وہ اس زمین کی وجہ سے زمین کے ساتوں طبق تک دھنسایا جائے گا۔(بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی یا لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(ترمذی)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتہ داروں اور اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کرنے والا) جنت میں نہ جاسکے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں (ایک سفر میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کا نام عفیر تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے اپنے بندوں پر کیا حقوق ہیں؟ اور بندوں کے اللہ پر کیا حق ہیں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں، اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناتے انہیں عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اس بات کی لوگوں کو اطلاع نہ دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو مت بتاؤ وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ (صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب اسم الفرس والحمار، حدیث 2856)

5۔ سرکشی کی نوعیت کے گناہ (اور اللہ نے ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے)

وضاحت: آیت میں لفظ 'بغی' استعمال ہوا ہے۔ جسے اردو میں سرکشی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ یہ سرکشی جب بندوں کے معاملات میں ظاہر ہوتی ہے تو ظلم وزیادتی کو جنم دیتی ہے اور خالق کے معاملات میں ظاہر ہو تو خدا سے بے پروائی اور اس سے بغاوت کو جنم دیتی ہے۔ ایک بندہ مومن دوسرے گناہوں سے تو دور رہنے کی کوشش کرتا ہے مگر سرکشی کے تو وہ قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ کیونکہ اکثر یہ مسئلہ ناقابلِ اصلاح ہوتا ہے۔

حدیث: سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کی عزت یا کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو تو اسے آج ہی معاف

کرالے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب کہ نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس عمل صالح ہوگا، تو بقدر اس کے ظلم کے اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی، تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس کے سر پر ڈالی جائیں گی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2287)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ دیوالیہ اور مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا مفلس ہمارے ہاں وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ تو درہم ہو اور نہ کوئی سامان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کر کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا، تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

6۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (اور اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ تم کسی چیز کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری)

وضاحت: اس پر عنوان نمبر 1 میں بات ہوچکی ہے۔ تاہم یہاں یہ واضح کردیا ہے کہ شرک کے حق میں کوئی علمی یا عقلی دلیل نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے حق میں کبھی کوئی دلیل نازل کی ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کی'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش

نہیں کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 652)

7۔اللہ کے نام پر شریعت گھڑنا (اور یہ کہ تم اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔)

وضاحت: اس عنوان کی ابتدا میں لوگوں کا ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ چیزوں کو حرام کرنے میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں، اسی طرح یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ لوگ اپنے فہم وفکر سے ایک رائے پر پہنچتے ہیں اور پھر اطمینان کے ساتھ اسے اللہ کے حکم اور شریعت کے طور پر پیش کر دیتے ہیں۔ یہ رویہ بھی قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ اس رویے سے دین میں بدعت و گمراہی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور حلال وحرام کے بارے میں لوگوں پر تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

حدیث: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی اس بت کو اپنے سے دور کر دو پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ براۃ کی یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا: ''انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا ہے'' التوبہ 9:31) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ (علماء اور درویش) ان کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ بھی اسے حلال سمجھتے اور اسی طرح ان کی طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1038)

ہر ایک شخص میں ہوتی کہاں مروت ہے	ہر ایک شخص کہاں دل نواز ہوتا ہے
کہ دردمندی و نرمی خدا کی نعمت ہے	جسے عطا ہو وہی سرفراز ہوتا ہے

3۔ جنت میں ملائکہ کے سلام کے مستحق لوگ

''اور ان مومنوں کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے پیمان کو نہیں توڑتے،

اور اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں برقرار رکھتے ہیں،

اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے،

اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں،

اور نماز قائم کرتے ہیں،

اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں،

اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں،

آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے، یعنی ایسے باغ جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ 'تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو'۔۔۔۔۔ پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!'' (الرعد 13:24-20)

عنوان ومطالبات

سورہ رعد کی یہ آیات جو اوپر نقل ہوئی ہیں ان میں سے آخری پیراگراف میں دیگر انعامات کے علاوہ فرشتوں کے اس کلام کا ذکر ہے جسے ہم نے عنوان بنالیا ہے۔

1۔عہد توحید کی پابندی: (اور ان مومنوں کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے پیمان کو نہیں توڑتے)

وضاحت: یہاں جس عہد اور پیمان کا ذکر ہے اس سے مراد وہ عہد و میثاق ہے جو سورہ اعراف (7) کی آیت 172 میں بیان ہوا ہے۔اس کے مطابق ہر انسان روزِ ازل خدا سے یہ عہد کر چکا ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کو اپنا رب نہیں بنائے گا۔یعنی ہر حال میں توحید پر قائم رہے گا۔اس پر شرک کے حوالے سے پہلے بھی بات ہو چکی ہے اور آئندہ بھی ہوگی۔مگر یہاں اسے بیان کرنے کا مقصد اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ایک اللہ کا اقرار اور بندگی انسانی فطرت میں شامل ہے جس کا عہد اس نے روز ازل کیا تھا۔تاہم ضمنی طور پر اس میں تمام عہد و معاہدات کی پابندی شامل ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے امید رکھے گا میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا، خواہ وہ کیسی ہی ہوں، کوئی پرواہ نہ کروں گا۔تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا۔بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔گو تو نے خطائیں کی ہوں۔یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں، پھر بھی تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔''(بخاری و مسلم)

ابی عامر اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے جب امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2504)

2۔صلہ رحمی (اور اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں برقرار رکھتے ہیں)

وضاحت: انسان رشتوں میں جیتا ہے۔ان رشتوں میں سب سے مضبوط وہ رشتے ہوتے ہیں جو رحم کے تعلق یعنی ماں باپ کے حوالے سے وجود میں آتے ہیں۔یہ رشتے ابتدا میں بہت مضبوط ہوتے ہیں، مگر آہستہ آہستہ ان رشتوں کو کبھی وقت کی گرد دھندلا دیتی ہے اور کبھی اختلافات اور مفادات کی جنگ کمزور کر دیتی ہے۔قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ یہ رشتے کبھی ٹوٹنے نہ پائیں۔دوسرے چاہے کیسا بھی کریں، ہمیں ان رشتوں کو یکطرفہ طور پر قائم رکھنا ہوگا۔اسی بات کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1072)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں درازی عطا کرے تو وہ قرابت داروں کو جوڑے رکھے۔(متفق علیہ)

3۔خشیت رب (اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے)

وضاحت: یہاں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ایک خشیت رب یعنی اللہ کا ڈر اور دوسرے برے

حساب کا اندیشہ۔انہی دونوں کو ملا کر تقویٰ کہتے ہیں۔یہی وہ صفت ہے جو انسان کو تمام برائیوں سے بچاتی ہے۔متقی انسان اس یقین میں جیتا ہے کہ ایک عظیم ہستی ہر لمحہ اس کی نگران ہے اور ایک دن وہ اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے لے گی۔چنانچہ ایسا انسان برائی میں نہیں پڑتا۔اگر غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک کون زیادہ عزت والا ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ متقی ہے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1805)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر (اللہ کے قہر وجلال اور قیامت وآخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق) تمھیں وہ سب معلوم ہو جائے، جو مجھے معلوم ہے، تو تمھارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت بڑھ جائے۔(بخاری)

4۔اللہ کے لیے صبر (اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں)

وضاحت: تقویٰ کی صفت اگر برائی سے بچاتی ہے تو اللہ کے لیے صبر کرنا تمام اچھائیوں کی بنیاد ہے۔قرآن کے مطلوب انسان کے ضمن میں جتنے بھی مطالبات سامنے آئیں گے، وہ سب بہت مشکل ہیں۔ان کے لیے انسان کو اپنی خواہشات، جذبات، میلانات اور مفادات کے خلاف چلنا پڑتا ہے۔اس مشکل راہ پر وہی شخص چل سکتا ہے جو محض اللہ کی رضا کے لیے اس راہ پر آنے والی مشکلات پر صبر کرنے پر تیار ہو جائے۔جس شخص میں اللہ کی رضا کے لیے صبر کا جذبہ نہیں وہ کبھی ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا۔

حدیث: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔اگر اس کو خوشی اور راحت وآرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔(مسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا کے بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور اس کا چل چلاؤ کا وقت ہے لہٰذا آپ تشریف لے آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سلام کہلا کے بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی! اللہ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اسی کا ہے، اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے۔اور ہر چیز کے لیے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے۔پس چاہیے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر وثواب کی طالب بنو۔(بخاری ومسلم)

5۔نماز (اور نماز قائم کرتے ہیں)

وضاحت: یہ دین کا بنیادی مطالبہ ہے۔اس سے متعلق اور بہت سے ضمنی مطالبات ہیں۔وہ مختلف جگہوں پر جیسے جیسے آئیں گے، ہم ان کی وضاحت کرتے رہیں گے۔تاہم نماز سے متعلق یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ عام حالات میں سب سے بڑا عمل ہے، جو بندہ اپنے رب کے لیے کر سکتا ہے۔یہ قیام، رکوع، سجود کی شکل میں عبادتِ رب اور اظہار بندگی کا خوبصورت ترین نمونہ ہے۔جو شخص رب کی پرستش، اس کی یاد اور اس کی محبت کی اس اعلیٰ ترین سطح سے منہ موڑتا ہے وہ گویا کہ کفر کا ارتکاب کر دیتا ہے۔

حدیث: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام (کا

قصر پانچ ستونوں) پر بنایا گیا ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 7)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ کے ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فیصلہ ہے۔ (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد و میثاق ہے، پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اس نے اسلام کی راہ چھوڑ کر کافرانہ طریقہ اختیار کر لیا، (ابن ماجہ)

6۔انفاق (اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں)

وضاحت: نماز کے ساتھ دین کا دوسرا مطالبہ انفاق (خدا کی راہ میں خرچ کرنا) ہے جو قرآن جگہ جگہ دہراتا ہے۔ ان آیات میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ انفاق کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا انفاق اصل میں اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ہوتا ہے۔ وہ انفاق کر کے نہ اللہ پر احسان کرتے ہیں نہ اس کے بندوں پر۔ بلکہ صرف اپنا بھلا کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری خصوصی بات یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ اہل ایمان کا انفاق خفیہ بھی ہوتا ہے اور علانیہ بھی۔ خفیہ اس لیے کہ ان کا اصل مقصود اللہ کی رضا ہوتی ہے، دنیا کو دکھانا نہیں ہوتا، لیکن وہ علانیہ بھی انفاق کرتے ہیں اور اس لیے کرتے ہیں کہ دوسروں میں بھی اس مشکل کام کو کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

حدیث: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہو اسے صدقہ دے کر آگ سے بچو۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1332)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے صدقے کا زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ ثواب اس وقت ہے کہ صدقہ کرنے والے کی حالت تندرست، ہٹا کٹا اور حاجت مند ہو، فقر سے ڈرتا ہو اور تونگری کی امید میں ہو اور ایسا نہ کرے کہ دینے میں ٹال مٹول کیے جائے جب روح حلق تک آجائے اور جان نکلنے لگے تو اس وقت دینے بیٹھے کہ فلاں کو اس قدر اور فلاں کو اس قدر۔ اس وقت تو وہ مال وارثوں کا ہے ہی۔ (بخاری، مسلم)

7۔ برائی کے بدلے میں بھلائی (اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں)

وضاحت: اس دنیا میں لوگ اگر ہماری راہ میں کانٹے بچھائیں اور جواب میں ہم بھی یہی کریں تو دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کانٹوں کے جواب میں بھی لوگوں کی راہ میں پھول بچھائیں۔ برائی کے بدلے میں بھلائی کا یہی وہ رویہ ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی بہترین رحمتوں کا مستحق اور بدترین دشمنوں کو بھی بہترین دوست بنا دیتا ہے۔ اس رویے کے کچھ دوسرے اہم پہلو آگے سورہ شوریٰ عنوان نمبر 9 میں بیان ہوں گے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔ (صحیح مسلم: جلدسوم: حدیث نمبر 2028)

4۔اللہ تعالیٰ کی نصیحت

"اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں؛

عدل کا،

اور احسان کا،

اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا،

اور بے حیائی،

اور برائی،

اور سرکشی سے منع کرتے ہیں۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔" (النحل 16:91-90)

عنوان ومطالبات

سورہ نحل کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو کرنے اور جن سے رکنے کا حکم دیا ہے، وہ تمام دینی مطالبات کی بنیاد ہیں۔ انہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نصیحت قرار دیا ہے جسے ہم نے عنوان بنالیا ہے۔ ان اہمیت کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس آیت کو جمعے کے خطبے کا حصہ بنادیا۔

1۔عدل (اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتے ہیں)

وضاحت: دوسروں کے جو حقوق ایک انسان پر عائد ہوتے ہیں، ان کا ادا کردینا عدل ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں عدل وانصاف کرنے والے قیامت کے دن اپنے اس عدل وانصاف کی برکت سے رحمان کے سامنے موتیوں کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔ (مسند احمد: جلد سوم: حدیث نمبر 1982)

2۔احسان (اور اللہ تعالیٰ احسان کا حکم دیتے ہیں)

وضاحت: دوسروں کے حقوق ادا کرتے وقت جب ہم انہیں ان کے حق سے زیادہ دیتے ہیں تو یہ احسان ہے۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اگر اور لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے، اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)۔ (ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے جب اس سے ناطہ توڑا جائے تو وہ اس کو ملائے۔ (کتاب صحیح بخاری جلد 3 حدیث نمبر 929)

3۔رشتہ داروں کو دینا (اور اللہ تعالیٰ قرابت داروں کو دیتے رہنے کا حکم دیتے ہیں)

وضاحت: عدل و احسان کے مطالبات کی ادائیگی میں دو چیزیں سب سے بڑھ کر رکاوٹ بنتی ہیں۔ ایک حُبِ مال اور دوسرے اختلاف کا پیدا ہوجانا۔ یہ اختلاف بار بار رشتہ داروں کے معاملے میں سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تیسرے مطالبے میں ان دونوں کی جڑ کاٹ کر

عدل واحسان کی راہ بھی ہموار کردی ہے۔ جو انسان اپنے رشتہ داروں کو اپنا مال دینے کے لیے تیار ہو، اس سے یہ توقع کرنا غلط نہ ہوگا کہ وہ ان کے حقوق بھی اچھے طریقے سے ادا کرے گا۔ اوپر عنوان نمبر 3 میں صلہ رحمی کے تحت اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایک دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور ایک دینار مسکین کو دے اور ایک دینار اپنے اہل وعیال کو دے تو ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جس کو تو نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا ہے، (مسلم)

سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا تو صدقہ ہی ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آدم کے فرزندوں! اللہ کی دی ہوئی دولت جو اپنی ضرورت سے فاضل ہو اس کا راہ خدا میں صرف کردینا تمھارے لیے بہتر ہے اور اس کا روکنا تمھارے لیے برا ہے، اور ہاں گزارے کے بقدر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں۔ اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔ (مسلم)

4۔فواحش (بے حیائی) سے پرہیز (اور اللہ تعالیٰ بے حیائی سے روکتے ہیں)

وضاحت: اوپر عنوان نمبر 1 میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ جنسی بے راہ روی کو کہتے ہیں۔ یہ صرف اپنی ذات ہی میں ایک برائی نہیں ہے بلکہ اس میں مبتلا انسان اپنا وقت اور پیسہ خدا کے مطالبات میں خرچ کرنے کے بجائے اس گندگی پر لٹاتا ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے

فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہیے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: الحمد اللہ ہم خدا سے حیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہیں، بلکہ اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر کی اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو، اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو، اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمھاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو۔ جس نے یہ سب کچھ کیا، سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اس نے ادا کیا۔ (ترمذی)

5۔منکرات سے بچنا (اور اللہ تعالیٰ برائی سے روکتے ہیں)

وضاحت: منکر وہ برائی ہے جسے تمام انسان فطری اور اخلاقی طور پر برا جانتے ہیں مثلاً جھوٹ، دھوکہ دہی، لوگوں کی حق تلفی وغیرہ۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ بندہ مومن ان چیزوں کو فطرت کا نہیں بلکہ خدا کا حکم سمجھ کر ان سے رکے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کو ہم عام زبان میں گناہ یا برائی کہتے ہیں۔

حدیث: نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی ظاہر ہے) اور دونوں کے درمیان میں شبہ کی چیزیں ہیں کہ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچے اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو شخص شبے (کی چیزوں) میں مبتلا ہو جائے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کہ جانور شاہی چراگاہ کے قریب چر رہا ہو جس کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک دن اس کے اندر بھی داخل ہو جائے۔ لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، خبردار ہو جاؤ! کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے، سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 51)

6۔سرکشی کی ممانعت (اور اللہ تعالیٰ سرکشی سے منع کرتا ہے)

وضاحت: اس پر عنوان 2 میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔تاہم یاد دہانی کے لیے عرض ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور انسانوں پر ظلم کا نام ہے۔اس کا سب بڑا نمونہ شیطان ہے جس نے نہ صرف اللہ کا حکم ماننے سے انکار کیا بلکہ سرکشی پر آمادہ ہوگیا جس کی وجہ سے ابدی لعنت کا حقدار ٹھہرا۔یہی سرکشی اور تکبر ہے جو جہنم میں جانے کا اصل سبب ہے۔

حدیث: حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت کے متعلق نہ بتاؤں۔اہل جنت میں ہر ضعیف ہوگا جسے لوگ حقیر جانتے ہیں وہ اگر کسی چیز پر قسم کھالے تو اللہ تعالی ضرور اس کی قسم کو سچی کر دے گا۔(پھر فرمایا) اور کیا میں تمہیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں؟ اہل دوزخ میں ہر سرکش حرام خور اور متکبر شخص ہوگا۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 498)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطر نہ ہو۔ (ترمذی،نسائی)

7۔ایفائے عہد (اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔)

وضاحت: یہاں ایفائے عہد کی دو اقسام بیان ہوئی ہیں۔ایک اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد اور دوسرا اللہ کا نام لے کر انسانوں سے کھائی ہوئی قسم۔اللہ کے ساتھ عہد کی ایک قسم وہ عہد الست ہے جس کا پیچھے ذکر ہوا ہے۔یہ عہد جب اسلام کی شکل میں قبول کیا جائے تو اس کے نتیجے میں خدا سے

وفاداری اور شریعت کی پاسداری اس پر لازم ہو جاتی ہے۔عہد کی دوسری شکل اللہ کے نام پر کھائی ہوئی قسم ہے۔یہ انسانوں کو اپنی سچائی کا یقین دلانے کی آخری اخلاقی شکل ہے۔جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے وہ بدترین جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیروں کو ان پر مسلط فرما دیتا ہے جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں (سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 899)

دنیا میں رہنے کا طریقہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَ عُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ۔ (سنن الترمذی، رقم 2333) (صححه الالبانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے ایک حصے کو پکڑا اور فرمایا: تم دنیا میں اس طرح رہو کہ گویا مسافر ہو یا کسی راستے سے گزرنے والے، اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے شمار کرو۔

5۔اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کا فیصلہ

”تمھارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ:

تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔

اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ ’پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا‘۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں۔

اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔

اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

اور اگر ان سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمہیں کترانا ہو، اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو، جس کے تم امیدوار ہو، تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دے دو۔

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز

بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔

اور زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔

اور جس جان کو اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ بدلہ میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی۔

اور مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقہ سے، یہاں تک کہ وہ شباب کو پہنچ جائے۔

اور عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

اور جب پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔

اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ ان امور میں سے ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں۔

اور دیکھ! اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا بیٹھنا ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔“ (بنی اسرائیل 17:23-39)

عنوان ومطالبات

مجموعہ آیات کا پہلا جملہ ہی یہ بتا رہا ہے کہ جو کچھ آگے بیان ہو رہا ہے وہ ہدایت وگمراہی اور صحیح وغلط رویے کے اعتبار سے خدا کا آخری فیصلہ ہے۔اسی کو چند آیات قبل قرآن کی دی ہوئی سیدھی راہ اور آیات کے اختتام پر خدا کی پسند وناپسند سے تعبیر کیا ہے۔ یہ قرآن مجید کے مطلوب انسان کے ضمن میں اہم ترین اور تفصیلی مقامات میں سے ایک ہے۔

1۔عبادت رب (تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی)

وضاحت: لوگ اللہ کی عبادت سے منہ موڑنے کے ہزار راستے ڈھونڈتے ہیں۔اسی کا ایک طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے مگر رکوع وسجود، نذر ونیاز، دعا واستمداد (مدد مانگنا) اور ان جیسے دیگر عباداتی مظاہر کو غیر اللہ کے لیے وقف کر دیا جائے۔خدا کا ہمیشہ سے فیصلہ یہ رہا ہے کہ عبادت اور اس کی ہر شکل صرف خدا کے لیے خاص رہنی چاہیے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے جن باتوں سے راضی ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مل کر تھامے رہو اور متفرق نہ ہو اور تم سے جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ فضول اور بیہودہ گفتگو اور سوال کی کثرت (یعنی مانگنے کی کثرت) اور مال کو ضائع کرنا ہیں۔(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1987)

2۔والدین کے ساتھ احسان اور ان کے لیے دعا (اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو)

وضاحت: والدین کے ساتھ حسن سلوک، خاص کر بڑھاپے کی اس عمر میں جب وہ مکمل طور پر اولاد کے رحم وکرم پر ہوں، دین کا بنیادی تقاضہ ہے۔ بڑھاپے اور ضعف میں انسان چڑچڑا

ہو جاتا ہے۔ ایسے میں وہ جو کچھ بھی کہیں یا کریں اس کے جواب میں انہیں اف تک نہ کہی جائے، نہ جھڑکا جائے بلکہ انتہائی نرمی اور محبت سے اسی طرح ان سے معاملہ کیا جائے جس طرح انہوں نے بچپن میں ہمارے ساتھ کیا تھا۔اور اسی حوالے سے رب سے دعا کی جائے کہ وہ ان کی اس مشکل عمر میں ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے۔

حدیث: ابوعمرو شیبانی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2380)

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس شخص کے لیے ذلت ہے، اُس شخص کے لیے ذلت ہے، اُس شخص کے لیے ذلت ہے۔لوگوں نے پوچھا: کس کے لیے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا: جس کے ماں باپ یا اُن میں سے کوئی ایک اُس کے پاس بڑھاپے کو پہنچا اور وہ اس کے باوجود جنت میں داخل نہ ہو سکا۔(مسلم، رقم 6510)

3۔قرابت دار، مسکین، مسافر پر انفاق (اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق)

وضاحت: اللہ کی راہ میں خرچ کا ذکر قران مجید بار بار کرتا ہے۔ یہاں اس خرچ کی اہم مدات کا بھی بیان ہو گیا ہے۔ پھر یہاں جو بات خاص طور پر بیان ہوئی ہے کہ رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں پر خرچ کرنا ان پر کوئی احسان نہیں بلکہ تمھارے اوپر یہ ان کا حق ہے۔

حدیث: جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جو کہ (قبیلہ) بنی عذرہ کا تھا اس نے ایک غلام کو آزاد کر دیا یہ اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ کچھ مال دولت موجود ہے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کون شخص مجھ سے اس کو خریدتا ہے؟ یہ بات سن کر حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خریدا آٹھ سو درہم میں اور وہ درہم لا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو عنایت فرما دیے اور فرمایا پہلے تم اس کو اپنے اوپر خرچ کرو پھر اگر کچھ بچ جائے تو تم اپنے رشتہ داروں کو دے دو پھر اگر رشتہ داروں سے کچھ بچ جائے تو اسی طریقہ سے یعنی سامنے اور دائیں اور بائیں جانب اشارہ کیا (یعنی ہر ایک جانب سے غرباء فقراء کو صدقہ خیرات کرو)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 956)

4۔فضول خرچی (اور فضول خرچی نہ کرو)

وضاحت: انسان جب اپنی جائز ضروریات پر جائز حد سے زیادہ خرچ کرتا ہے تو وہ دوسروں پر مال خرچ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس طرح فضول خرچی اللہ کی راہ میں انفاق سے عملاً روک دیتی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ معاشرے میں مادیت کی دوڑ کو فروغ دے کر شیطان کی راہ ہموار کرتی ہے۔ نیز حصول مال کے لیے پھر لوگ حرام کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی لیے بلا ضرورت اور فضول خرچ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں شیطان کے بھائی قرار دیا ہے۔

حدیث: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں۔ ایک بے فائدہ گفتگو دوسرے مال ضائع کرنا اور تیسرے بہت مانگنا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1389)

5۔مال نہ ہونے کی صورت میں نرمی سے انکار کرنا (اور اگر ان (حاجت مندوں) سے تمہیں کترانا ہو، اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دیا کرو)

وضاحت: انسان بعض اوقات حقیقتاً اس قابل نہیں ہوتا کہ دوسروں کی مالی مدد کر سکے۔ ایسے میں اللہ کا حکم یہ ہے کہ لوگوں کو جھڑکنے کے بجائے بہت نرمی کے ساتھ انکار کیا جائے اور محبت کے

ساتھ انہیں رخصت کیا جائے۔

حدیث: حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی نرمی اختیار کرنے سے محروم رہا وہ آدمی بھلائی سے محروم رہا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2101)

حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سخت گو اور درشت خو آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ خود مہربان ہے اور نرمی اور مہربانی کرنا اس کو محبوب بھی ہے۔ اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی پر نہیں دیتا، اور جتنا کہ نرمی کے ماسوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔ (مسلم)

6۔خرچ میں اعتدال (اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو)

وضاحت: ہمارا دین اعتدال کا دین ہے۔ دین اگر اسراف سے منع کرتا ہے تو بخل کی بھی سخت مذمت کرتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ نہ بالکل ہی ہاتھ کھول کر خرچ کرو اور نہ یہ ہو کہ ضرورت کے وقت بھی تمھاری جیب سے پیسہ نہ نکل سکے۔ بلکہ ضرورت کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھ کر اچھی طرح خرچ کرو۔

حدیث: سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بس وہی ہوتا ہے جو (میرے شوہر) زبیر گھر میں لے آئیں۔ تو کیا میں اس میں سے دے دیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسماء! دو اور باندھ باندھ کر مت رکھو، ورنہ تم پر بھی (تمہارا رزق) باندھ دیا جائے گا، (سنن ابی داؤد، رقم 9169)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا اپنے آپ کو حرص و بخل سے بچاؤ تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ (حرص نے) ان کو حکم دیا تو وہ بخل کرنے لگے، قطع رحمی کا حکم دیا تو قرابت توڑ لی اور بدکاری کا حکم

دیا تو بدکاری کرنے لگے۔(سنن ابی داؤد، رقم 1699)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں۔آپ نے فرمایا کہ اعمال میں میانہ روی اختیار کرو، اور اللہ کی قربت اختیار کرو۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1388)

7۔مفلسی کے اندیشے سے اولاد کا قتل (اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی)

وضاحت: اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت بے انتہا ہے، چاہے وہ کسی ایک چھوٹے سے بچے کی جان ہی کیوں نہ ہو۔لیکن عرب میں ایک جاہلانہ دستور تھا کہ بعض لوگ اس خوف سے اولاد کو مار ڈالتے تھے کہ انہیں کھلائیں گے تو خود کیا کھائیں گے۔قرآن مجید نے اسی جاہلانہ تصور کی سختی سے تردید کی ہے۔انسانی جان کا قتل عظیم ترین گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

حدیث: عبادہ بن صامت جو جنگ بدر میں شریک تھے اور شب عقبہ میں ایک نقیب تھے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ ایسا بہتان (کسی پر) باندھنا جس کو تم (دیدہ ودانستہ) بناؤ اور کسی اچھی بات میں خدا اور رسول کی نافرمانی نہ کرنا پس جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کی سزا اسے مل جائے گی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہو جائے گی اور جو ان (بُری) باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے تو اس سے درگذر کردے اور چاہے تو اسے عذاب دے (عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ) سب لوگوں نے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر (بیعت کرلی)۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 17)

8۔زنا سے دوری (اور زنا کے قریب نہ پھٹکو۔وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ)

وضاحت: قرآن کے مطلوب انسان کے ضمن میں بار بار فواحش سے دوری کا حکم دیا گیا ہے۔زنا ان فواحش کی سب سے زیادہ عام اور خطرناک قسم ہے۔یہ خاندان کی جڑیں ختم کر دیتا ہے۔جبکہ قرآن خاندان اور رشتہ داروں کو بہت اہمیت دیتا ہے۔اسی لیے زنا ہی سے نہیں بلکہ اس کے قریب پھٹکنے سے بھی روکا گیا ہے۔قریب نہ جانے سے مراد نظر اور ذہن پر قابو رکھنا اور ان تمام محرکات سے بچنا ہے جو زنا میں مبتلا کر سکتے ہوں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا خواہش اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب (مسلم، رقم 1850)

9۔حرمت جان (اور جس جان کو اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ)

انسانی جان کی حرمت اللہ کے نزدیک اتنی زیادہ ہے کہ ایک طرف قاتل کے لیے جہنم کی وعید ہے تو دوسری طرف دنیا میں اس کے لیے قتل کی سزا مقرر ہے۔یہی وہ سزا ہے جو معاشرے میں نئے قاتل پیدا نہیں ہونے دیتی۔اسی کو یہاں حق کے ساتھ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ حکومت کی طرف سے قتل کا بدلہ لینے میں اس کی مدد کی جائے گی۔البتہ لازمی ہے کہ بدلہ لینے میں زیادتی نہ کی جائے اور جان کے بدلے میں جان پر معاملہ ختم ہو جائے۔

حدیث: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے

بیان کیا کہ میں ان نقباء میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی ۔ہم لوگوں نے اس بات پر بیعت کی تھی، کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ بنائیں گے، اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے، اور نہ کسی جان کو قتل کریں گے جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ نافرمانی کریں گے، اگر ہم نے یہ کرلیا تو ہمارے لئے جنت ہے اور اگر ان میں سے کسی کے مرتکب ہوئے تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1803)

10۔مال یتیم نہ کھانا (اور مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقہ سے، یہاں تک کہ وہ شباب کو پہنچ جائے)

اس مطالبے کی وضاحت عنوان نمبر 1 سورہ انعام میں ہوچکی ہے کہ مال یتیم کو ذاتی غرض سے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں کوئی خود محتاج ہو تو حق خدمت کے طور پر ضابطے قاعدے کے اندر رہ کر کچھ لے سکتا ہے۔ دوسری طرف یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور ان پر خرچ کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔قران میں جگہ جگہ انفاق کے مواقع پر یتیموں کا ذکر ہے۔ اسی طرح بکثرت احادیث بھی ان سے حسن سلوک پر ابھارتی ہیں۔

حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور اپنے یا پرائے یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کرکے بتلایا۔ اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لے لیا اور اپنے کھانے پینے

میں شریک کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کردے گا۔ سوائے اس کے کہ اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو نا قابل معافی ہو۔(ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر صرف اللہ کے لیے ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی، اور جس نے اپنے پاس پرورش پانے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہونگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

11۔عہد پورا کرنا (اور عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی)

وضاحت: یہ مطالبہ بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف اسالیب میں دہرایا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جس معاشرے میں عہد و پیمان کا پاس نہیں رہتا وہاں نہ لوگ خدا کے حقوق کے بارے میں محتاط رہتے ہیں نہ بندوں کے حقوق کے بارے میں۔ اور یہی وہ حقوق ہیں جن میں دنیا وآخرت کی ساری بھلائی پوشیدہ ہے۔ اسی لیے قیامت کے دن عہد کے بارے میں خاص طور پر پوچھ گچھ کی جائے گی۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ: جس میں امانت کی خصلت نہیں اس میں ایمان نہیں، اور جس میں عہد کی پابندی نہیں، اس میں دین نہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وضو کا پانی لے لے کر (اپنے

چہروں اور جسموں پر) ملنے لگے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے ۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت ہو، یا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ادنیٰ خیانت کے بغیر اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرے ۔ (البیہقی)

12۔ ناپ تول پورا کرنا (اور جب پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو ۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے)

وضاحت: اس مطالبے کی وضاحت عنوان نمبر ا سورہ انعام میں ہو چکی ہے ۔ یہاں البتہ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یہ رویہ دنیا و آخرت کے اعتبار سے بہتر ہے ۔ قرآن پاک نے بار بار قوم شعیب کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ ان میں شرک کے علاوہ یہ بدترین عادت بھی پائی جاتی تھی ۔ جس قوم میں یہ عادت عام ہو جائے تھوڑے عرصے میں اس کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے ۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے بھی عہد توڑا اللہ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا ۔ جس قوم نے بھی ناپ تول میں کمی بیشی کی اس سے زمین کی روئیدگی ضرور روک دی گئی اور اس قوم کو قحط میں مبتلا کیا گیا (رواہ الحاکم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ تم ایک ایسی چیز کے والی بنائے گئے ہو جس کی صحیح نگرانی نہ رکھنے والے تباہ ہو گئے ۔ (ترمذی)

13۔ تجسس نہ کرنا (اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو ۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے)

وضاحت: یہ عام رویہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے پیچھے لگتے ہیں جن کا انہیں علم نہیں ہوتا ۔ وہ ایسی چیزوں کو دیکھنے، سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جن میں ان کا کوئی بھلا نہیں ہوتا لیکن دوسروں کے معاملات میں مداخلت کا پہلو ضرور نکلتا ہے ۔ پھر اسی سے غیبت، تہمت، طنز و تضحیک اور دوسری اخلاقی برائیوں کا رستہ کھلتا ہے ۔ قرآن واضح کر رہا ہے کہ قیامت کے دن انسان کے اس رویے پر اس کی بہت سخت پوچھ گچھ کی جائے گی ۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بد گمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے ۔ اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ اس کی ٹوہ میں لگے رہو ۔ (بخاری، جلد سوم: حدیث 1004)

14۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلنا (اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو)

وضاحت: انسان کا تکبر چھوٹے پیمانے پر اپنی خدائی کا اعلان کرنا ہے ۔ اسی لیے قرآن تکبر اور اس کے ہر اظہار کو سخت ناپسند کرتا ہے ۔ دھرتی پر اکڑ کر چلنا بظاہر تکبر کا اظہار ہے، مگر پہاڑوں کی عظمت اور زمین کی وسعت کے سامنے یہ رویہ اصل میں اپنی حماقت کا اظہار ہے ۔ چال کی طرح لہجہ، لباس، رویہ اور رہن سہن بھی تکبر کی گواہی دیتا ہے ۔ ان سب کا یہی حکم ہے ۔

حدیث: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا ۔ (مسلم)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: آدمی برابر غرور کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اس پر وہی عذاب آجاتا ہے جو اُن پر آتا تھا۔ (ترمذی)

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی طرح حقیر وذلیل بنا کر آدمیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا کہ ہر طرف سے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ ان کو بولس نام کے جہنم میں داخل کیا جائے گا، سب سے بڑی آگ ان پر مسلط ہوگی اور دوزخیوں کا نچوڑ ان کو پلایا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنی دو چادریں پہن کر اکڑتا ہوا جا رہا تھا اور وہ خود ہی اترا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ اسی طرح قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 970)

15۔ شرک کی برائی

وضاحت: ان تمام احکام کا آغاز شرک کی مذمت سے ہوا تھا اور اختتام پر بھی یہ بتا دیا کہ شرک ایسا جرم ہے جو جہنم میں لے جانے کا سبب بنے گا۔ اسی طرح تمام احکام کے آغاز کی طرح ان کے آخر میں توحید کا حکم دے کر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ توحید دین کا اہم ترین مطالبہ ہے اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے کہ میں شرک والوں کے شرک سے بے پروا ہوں۔ جو آدمی میرے لیے کوئی ایسا کام کرے کہ جس میں میرے علاوہ کوئی اور میرا شریک کیا گیا ہو تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2978)

6۔ جنت کی کامیابی کون پائے گا

”یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو:
اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔
اور لغویات سے دور رہتے ہیں۔
اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنے والے ہیں۔
اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے حد تک، کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔
اور اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیان کا پاس رکھتے ہیں۔
اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (المومنون23:11-1)

عنوان و مطالبات

مجموعہ آیات کا پہلا اور آخری جملہ یہ بتا رہا ہے کہ ان صفات کے حاملین کو جنت الفردوس کی ابدی کامیابی نصیب ہوگی۔

1۔ ایمان (یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے)

وضاحت: ایمان نجات کی پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ یہ وہ بیج ہے جس سے عمل صالح کا درخت

پھوٹتا اور نیکی وخیر کے برگ وبار جنم لیتے ہیں۔ یہی وہ درخت ہے جو اپنے سارے ثمرات سمیت کل جنت کے باغوں میں اگا دیا جائے گا۔ تاہم ایمان نجات کے راستے کی پہلی منزل ہے۔ اسی لیے ان آیات میں صرف ایمان کے بیان پر بس نہیں کیا گیا بلکہ کچھ اور مطلوب خصوصیات کا بیان بھی ہوا ہے۔ یہی معاملہ احادیث کا ہے جن میں ایمان کی تفصیل کے ساتھ مختلف اعمال کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان عمل پر موقوف ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرائیلؑ تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ خیر ہو چاہے شر۔ (مسلم)

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک رکھا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی حلاوت اسی کو نصیب ہوگی، جس میں تین باتیں پائی جائیں گی۔ ایک یہ کہ اللہ و رسول کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لیے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی نفرت اور ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو اچھے عمل سے مسرت ہو اور برے کام سے رنج و قلق ہو، تو تم مومن ہو۔ (مسند احمد)

2۔ نماز میں خشوع (جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں)

وضاحت: خشوع اس احساس کا نام ہے کہ انسان آسمان وزمین کے مالک کے سامنے کھڑا ہے۔ باطن میں اگر یہ احساس ہے تو لازمی طور پر اس کے اثرات انسان کے ظاہر پر بھی نمودار ہوں گے۔ اس کے سر، نگاہوں اور اعضا و جوارح میں ایک فطری جھکاؤ اور پستی پیدا ہوگی۔ یہ نہ بھی ہو تو کپڑوں اور اعضاء سے کھیلنا اور دیگر غیر ضروری حرکات کبھی اس کی نماز کا حصہ نہیں بنیں گی۔ مگر یہ یاد رہے کہ خشوع صلوٰۃ کی یہ کیفیت کسی ایسے شخص کو کبھی حاصل نہیں ہوسکتی جو نماز سے باہر خدا سے بے پروائی کی زندگی گزار رہا ہو۔

حدیث: اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر تھا آپ نے وضو کے لئے پانی منگوا کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے اور اچھی طرح وضو کرے اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے تو وہ نماز اس کے تمام پچھلے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جائے گی بشرطیکہ اس سے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ ہوا ہو اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 543)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے جب تک بندہ نماز میں ادھر ادھر نظر کو متوجہ نہیں کرتا۔ جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف سے توجہ پھیر لیتا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نفاق والا خشوع کیسا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدن کا خشوع اور دل کا نفاق۔ (بحوالہ ایضاً)

3۔لغویات سے پرہیز (اور لغویات سے دور رہتے ہیں)

وضاحت: نماز کے بعد زکوٰۃ کو موخر کرکے یہاں لغویات اور بے مقصد چیزوں سے پرہیز کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا خشوع صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نماز سے باہر بھی یاد رکھے کہ اسے ایک روز رب کے حضور جاکر اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ ایسا انسان کوئی کام بلاوجہ اور بے مقصد نہیں کرتا۔ وہ اپنے ہر عمل سے آخرت یا دنیا کا فائدہ حاصل کرتا ہے، لغو اور بے کار کاموں میں زندگی برباد نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سرمایہ حیات اور مہلت عمر کم ہے۔ مقصد اگر آخرت اور رضائے الٰہی ہے تو اس مختصر سرمایہ سے یہی سودا خریدنا چاہیے۔ وقت اور زندگی کو لغویات میں اڑانا ایک مومن کے لیے ممکن نہیں۔

حدیث: علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بہتریوں میں سے یہ ہے کہ آدمی بے کار اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1541)

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: کوئی شخص اللہ کے متقی بندوں کی فہرست میں نہیں آسکتا، جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے ڈر سے ایسی چیز نہ چھوڑ دے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (ترمذی)

4۔زکوٰۃ (اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنے والے ہیں)

وضاحت: زکوٰۃ، نماز کے بعد اور اس کے ساتھ دین کا بنیادی مطالبہ ہے۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بلاشبہ اعلیٰ ترین عمل ہے۔ اس پر قرآن مجید میں بہت توجہ دلائی گئی ہے۔ کیونکہ مال خرچ کرنا انسان کے نفس کی پاکیزگی کا باعث بنتا ہے جو دین کا نصب العین ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ دین میں ہر ہر عمل کی طرح انفاق کی بھی دو سطحیں ہیں۔ ایک لازمی انفاق جسے عام طور پر زکوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسے نہ دینے پر شدید وعیدیں ہیں۔ دوسرا اپنی مرضی سے کیا گیا صدقہ وخیرات جو فرض زکوٰۃ کے علاوہ ہوتا ہے۔ یہ بہت اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالی نے مال دیا اور اس نے زکوۃ نہ ادا کی تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کے پاس لایا جائے گا جس کے سر کے پاس دو چنیاں ہوں گی قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آل عمران کی آیت 180 پڑھی اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مال عطا کیا اور وہ اسمیں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ برا ہے اور قیامت کے دن یہی مال ان کے گلے کا طوق ہوگا (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1319)۔

5۔حفظِ فروج (اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)

وضاحت: مومن جس طرح لغویات سے بچتا ہے، اسی طرح اپنی ضروریات وخواہشات کو بھی انہی حدود کے تابع رکھتا ہے جو رب نے مقرر فرمائی ہیں۔ صنفی تعلق ایک بنیادی انسانی ضرورت

ہے اور ساتھ ہی سب سے منہ زور خواہش بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک دائرے میں جائز قرار دیا ہے۔اس دائرے سے باہر یہ تعلق زنا ہے، جس کی دنیا اور آخرت میں بہت بڑی سزا ہے۔

حدیث: سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کا ضامن ہو تو اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1421)

6۔عہد وامانت کی پاسداری (اور اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں)

وضاحت: عہد اور امانت بظاہر دو الفاظ ہیں، مگر ان دو الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں ہم پر عائد ہونے والی ہر ذمہ داری اور دوسروں کے تمام حقوق کو سمیٹ دیا ہے۔عہد میں خدا اور بندوں کے حوالے سے عائد ہونے والی ساری قانونی، شرعی اور اخلاقی ذمہ داریاں شامل ہیں۔ جبکہ امانت میں خالق ومخلوق کے وہ تمام حقوق شامل ہیں، جو قانونی، شرعی اور اخلاقی طور پر ہمیں ادا کرنے ہیں۔ضروری نہیں کہ عہد وامانت کی پابندی ہم نے کسی باقاعدہ اقرار نامے کے ذریعے سے لی ہو بلکہ فطری، خاندانی، سماجی اور ریاستی سطح پر جو ذمہ داریاں خود بخود عائد ہو جاتی ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ جیسے ریاستی معاملات میں قانون کی پابندی، خاندانی میں رشتوں کا تقدس اور ادائیگی حقوق وغیرہ سب اس کا حصہ ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے جب امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2504)

7۔حفظ صلوٰۃ (اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں)

وضاحت: ان صفات کا آغاز خشوع صلوٰۃ سے ہوا تھا اور آخر میں ایک دفعہ پھر نماز کا ذکر ہے۔وہ نماز کے داخل کا بیان تھا اور یہاں نماز کے خارج کا بیان ہے۔یعنی بندہ مومن پر کبھی اس نوعیت کی غفلت طاری نہیں ہوتی کہ اسے نماز کے اوقات یاد نہ رہیں۔اسے اگر لغویات غافل نہیں کرتیں تو اپنی ضروریات میں بھی وہ رب کو یاد رکھتا ہے۔وہ اپنی دنیا، اپنے خاندان، اپنے کام، اپنے آرام غرض ہر موقع پر نماز کو یاد رکھتا ہے۔اس کی سب سے بڑی مثال نماز کو وقت پر ادا کرنا ہے۔پھر نماز کے ارکان کو درست طریقے پر ادا کرنا وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام تھا: نماز (کی حفاظت کرو)، نماز (کی حفاظت کرو) اور اپنے غلاموں اور باندیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1713)

نافع، عبداللہ بن عمر کے مولی (غلام آزاد) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ تمہاری سب خدمتوں میں نماز بہت ضروری اور اہم ہے۔میرے نزدیک جس نے نماز کے مسائل اور احکام یاد کئے اور وقت پر پڑھی تو اس نے اپنا دین محفوظ رکھا جس نے نماز کو تلف کیا تو اور خدمتیں زیادہ تلف کرے گا۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 6)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا

اَللّٰھُمَّ، اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

''اے اللہ، حرام کو چھوڑ کر تیرا حلال ہی میرے لیے کافی ہو جائے۔اور اپنے فضل سے تو مجھے اپنے سوا ہر چیز سے بے پروا کر دے۔''

7۔رحمان کے بندوں کی خصوصیات

''خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔
اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔
اور جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔
اور جو دعائیں کرتے ہیں کہ 'اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے، اس کا عذاب تو چمٹ جانے والی چیز ہے، وہ تو بڑا ہی بُرا مستقر اور مقام ہے'۔
اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔
اور جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں...... یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اس کے عذاب میں درجہ بدرجہ اضافہ کیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے......
(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو کسی باطل میں شریک نہیں ہوتے۔
اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

اور جنہیں اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔
اور جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ 'اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا'...... یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزل بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور وہ مقام'' (الفرقان25:63-76)

عنوان و مطالبات

مجموعہ آیات کا پہلا جملہ ہی ہم نے عنوان بنالیا ہے۔ یعنی رحمان کے بندوں کی خصوصیات۔
آیات کے آخر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہی لوگ جنت کے اعلیٰ مقام کے حقدار ہوں گے۔

1۔زمین پر عاجزی سے چلنا (خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں)

وضاحت: یہ سورہ بنی اسرائیل میں بیان کردہ خصوصیت یعنی 'زمین پر اکڑ کر چلنا' کا برعکس رویہ ہے۔ وہ اگر اپنی خدائی کا اعلان تھا تو یہ بندگی کا اعلان ہے۔ وہ اگر سرکشی کا رویہ تھا تو یہ انکساری کا رویہ ہے۔ وہ اگر حق کی مخالفت کا رویہ تھا تو یہ حق کے سامنے جھک جانے کا رویہ ہے۔ وہ اگر لوگوں کو حقیر سمجھنا تھا تو یہ دوسروں کی رعایت کا انداز ہے۔ وہ خدا کے دشمن کی چال تھی تو یہ خدا کے بندے کی چال ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت

بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2095)

2۔جاہلوں کے مقابلے میں بردباری (اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام)

وضاحت: اس دنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو بلاوجہ دوسروں سے الجھتے ہیں۔ایسے جاہلوں کے جواب میں مومنین کا طریقہ صبر کا ہوتا ہے۔وہ ان کی بے ہودہ باتوں کا جواب دینے کے بجائے سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔سلام، گالی اور جہالت دونوں کا بہترین جواب ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا ان کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔(مسلم)

3۔شب کی تنہائی میں رب کی عبادت (اور جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں)

وضاحت: اوپر مومنوں کے دن کا ذکر تھا، یہ ان کی رات کا بیان ہے۔یعنی تنہائی میں دنیا سے کٹ کر سجدہ اور قیام میں راتیں گزارنا ان کا معمول ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات میں پڑھی

جانے والی نماز ہے۔(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نظر آنے والے آسمان پر آتا ہے اور بندوں کو بلاتا ہے، کہتا ہے کہ: کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی مدد کو دوڑوں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ اسے دوں۔کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ اسے معاف کر دوں۔(بخاری، مسلم)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتا ہے، پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور تہجد پڑھا کرو، کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے اور وہ گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور معاصیت سے روکنے والی چیز ہے۔(ترمذی)

4۔فکر آخرت (اور جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے)

وضاحت: ان لوگوں کے لیے تہجد کی نماز جیسی مشکل عبادت کا اصل محرک اس جہنم کا خوف ہوتا ہے، جس کا عذاب شروع تو ہوتا ہے، ختم نہیں ہوتا۔ وہ مستقل قیام ہی کے لیے نہیں بلکہ عارضی ٹھکانے کے لیے بھی بدترین جگہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اعمال پر نازاں ہونے کے بجائے اس عذاب سے رب کی پناہ مانگتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عیش و آرام اور بے فکری سے زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جب کہ حال یہ ہے کہ

اسرافیل منہ میں صور لیے، کان لگائے، پیشانی جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے صور پھونکنے کا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پڑھتے رہو" حسبنا اللہ و نعم الوکیل "اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (ترمذی)

5۔خرچ میں اعتدال (اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے)

وضاحت: مال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان کی بڑی بدنصیبی ہے کہ اس کے پاس مال ہو، مگر وہ بخل کرے اور مال کو ضروریات پر خرچ کرنے کے بجائے سینت سینت کر رکھے۔ ایسا انسان ساری زندگی مال جمع کرتا اور اسے گنتا رہتا ہے یوں سب کچھ ہوتے ہوئے وہ مفلسوں جیسی زندگی گزارتا ہے۔ دوسری انتہا وہ ہے جس میں انسان مال اڑاتا ہے اور بلا ضرورت خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان ہر چھوٹی بڑی، اہم غیر اہم خواہش کو پورا کرنا اپنی زندگی بنالے۔ ایسا انسان نہ صرف مستقبل کے لیے کچھ نہیں بچا پاتا بلکہ معاشرے میں بھی معیار زندگی بلند کرنے کی ایک دوڑ لگا کر شیطان کو تقویت دیتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین چیزیں ہیں جو ہلاک کر دینے والی ہیں۔ پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں، ایک خدا کا خوف خلوت میں اور جلوت میں، دوسرے حق بات کہنا خوشی میں اور غصہ میں۔ تیسرے میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں: ایک وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے۔ دوسرے بخل جس کی اطاعت کی جائے۔ تیسرے آدمی کی خود پسندی کی عادت، اور یہ ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ (البیہقی)۔

6۔شرک سے بچنا۔

7۔حرمت جان۔

8۔زنا سے پرہیز (اور جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں...... یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے دن اس کے عذاب میں درجہ بدرجہ اضافہ کیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے)

وضاحت: اوپر بیان کردہ تینوں خصوصیات پر پیچھے کئی دفعہ گفتگو ہو چکی ہے اور آگے بھی ہوگی۔ مگر یہاں سب سے نمایاں بات یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ تین بدترین جرائم ہیں جن کی سزا ابدی جہنم ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ وہ تین گناہ ہیں جو بالترتیب، خدا، انسان اور سماج کے خلاف کیے گئے سب سے بڑے جرم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص شرمندہ ہو کر توبہ کر لے تو اس سے مغفرت کا وعدہ ہے۔

ذیل کی روایت میں ان تینوں جرائم کی سنگین ترین شکل کا بیان ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ کہ تم کسی کو اللہ کے برابر قرار دے دو، حالانکہ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا صحیح ہے اور اس کے بعد دوسرا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو اس اندیشہ سے مار ڈالنا کہ ان کو کھلانا اور ان کی پرورش کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا صحیح ہے، اس کے بعد پھر بڑا گناہ کیا

ہے؟فرمایا،اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1598)

9۔جھوٹے اور باطل کام میں شریک نہ ہونا (جو کسی باطل میں شریک نہیں ہوتے)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا حق و باطل کے میدانِ جنگ کے طور پر بنائی ہے۔اس جنگ میں رحمان کے بندے ہمیشہ باطل کے خلاف لڑتے ہیں۔ان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ دجل وفریب، جھوٹ اور باطل پر مبنی کسی کام میں شریک ہو کر شیطان کی حوصلہ افزائی کریں۔یہ باطل چاہے کسی جھوٹی گواہی کی شکل میں ہو، کسی کو بدنام کرنے کے لیے جھوٹی مہم میں شریک ہونے کا عمل ہو یا کسی اور حقیقت کو جھوٹا ثابت کرنے کی ایک مشق ہو، اہل ایمان ہمیشہ ایسی چیزوں سے دور رہتے ہیں۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، کسی آدمی کا قتل کرنا، جھوٹی گواہی دینا(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2478)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور جب لوگوں کی طرف رخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھا کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا: جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں۔(ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی صاحب امر کسی خلاف شریعت بات کا حکم دے تو پھر سمع واطاعت کا حکم نہیں۔(بخاری، مسلم)

10۔لغو چیزوں سے دوری (اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں)

وضاحت: ایک بندہ مومن کے لیے اس دنیا میں اگر یہ ممکن نہیں کہ وہ باطل کام میں شریک ہو تو لغویات سے بچنا بھی اس کی ترجیحات میں سرفہرست ہوتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ مومن کا

اصل مقصود جنت کی بادشاہی کا حصول ہوتا ہے۔یہ بادشاہی صرف نیکیوں کی کرنسی سے خریدی جاسکتی ہے۔جس شخص نے اپنی زندگی لغو اور بے ہودہ چیزوں کے پیچھے گزار دی، قیامت کے دن اس کے پاس جنت خریدنے کے لیے کچھ نہ ہوگا۔

تاہم اس دنیا میں انسان خود نہ سہی دیگر لوگ ضرور لغویات میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں دوسرے کے لیے بھی باعث آزار بنا دیتے ہیں۔ایسے میں بندہ مومن کا کام یہ ہے کہ اگر کبھی اس کا واسطہ ایسی صورتحال سے پیش آئے تو بڑے وقار اور متانت سے ایسی جگہوں سے گزر جائے۔

حدیث: کسی آدمی کے اسلام کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔(ترمذی)

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 178)

11۔رب کی آیات پر توجہ دینا (اور جنہیں اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے)

وضاحت: لغویات اور باطل کاموں پر بعض اوقات انسان متنبہ نہیں رہتا۔مگر بارہا ایسا ہوتا ہے کہ اسے ان چیزوں کی طرف توجہ دلا دی جاتی ہے۔سب سے بڑھ کر یہ یاددہانی اور نصیحت خود قرآن پاک کرتا ہے۔ایک بندہ مومن کے ساتھ جب نصیحت اور یاددہانی کا یہ واقعہ پیش آتا ہے تو وہ اندھوں اور بہروں کا رویہ اختیار نہیں کرتا کہ سنی ان سنی کر دے بلکہ فوراً متنبہ ہو جاتا ہے۔اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔مومن کا کمال غلطی نہ کرنا نہیں، بلکہ توجہ دلانے پر متنبہ ہو جانا ہے۔

حدیث: حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوف ناک چیز کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ: ایسا اس وقت ہوگا جب دین کا علم مٹ جائے گا۔

تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! علم کیوں کر مٹ جائے جب کہ ہم قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولادوں کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنی اولادوں کو پڑھاتے رہیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوب اے زیاد! میں تمھیں مدینے کا انتہائی سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل مقدس کی کتنی تلاوت کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔ (ابن ماجہ)

ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم اور ہدایت اللہ تعالی نے مجھے عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زور کے ساتھ زمین پر برسے، جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالی اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ اس کو پیتے اور جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتی کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے ایسے حصے کو پہنچے کہ جو بالکل چٹیل میدان ہو، نہ وہاں پانی رکتا ہو اور نہ سبزہ اگتا ہو، پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں فقیہ ہو جائے اور اس کو پڑھے اور پڑھائے اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 80)

12۔ اہل خانہ کی آخرت کی فکر اور ان کی تربیت (اور جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ ’اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا‘)

وضاحت: ایک دنیا پرست انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کا کیا ہوگا۔ جبکہ ایک خدا پرست یہ سوچتا ہے کہ اولاد کے مرنے کے بعد اولاد کا کیا ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل خانہ کی نیکی و بدی سے بے نیاز نہیں رہتا۔ ان کی اچھی اخلاقی تربیت کرتا ہے اور ساتھ میں

رب سے یہ التجا کرتا رہتا ہے کہ اگر اسے نیکیوں کی توفیق مل گئی ہے تو یہی توفیق گھر والوں کو بھی مل جائے۔ وہ متقیوں کا سربراہ ہو نہ کہ فاسقوں کا امام۔ آگے حضرت لقمان کی ایک نصیحت آرہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین اپنی اولاد کی کیا تربیت کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم سب سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس وہ امیر جو لوگوں کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور جو آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 227)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کو گنہگار کرنے کے لیے یہ عمل کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضایع کر دے جنھیں وہ کھلاتا ہے (یعنی اہل خانہ)۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رحمت اس بندے پر جو رات کو اٹھا اور اس نے نماز تہجد پڑھی، اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر نیند کے غلبے کی وجہ سے وہ نہیں اٹھی تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو بیدار کر دیا۔ اور اسی طرح اللہ کی رحمت اس بندی پر جو رات کو نماز تہجد کے لیے اٹھی اور اس نے نماز ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا، پھر اس نے بھی اٹھ کر نماز پڑھی، اور اگر وہ نہ اٹھا تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اٹھا دیا۔ (ابی داؤد)

8۔ایک مرد صالح کی نصیحت

''ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار رہو۔جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔

یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اس نے کہا 'بیٹا! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا،حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے'۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔(اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات تو ہرگز نہ مان۔اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

اور ان کے طریقے کی پیروی کر جو میری طرف متوجہ ہیں۔پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے،اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

(اور لقمان نے کہا تھا کہ) بیٹا،کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو،اللہ اسے نکال لائے گا۔وہ باریک بیں اور باخبر ہے۔

اے میرے بیٹے!،نماز کا اہتمام رکھ،
نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کر،

اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر، یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین پر اکڑ کر چل،اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔

اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ،سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔''(لقمان 31:19-12)

عنوان و مطالبات

یہ حضرت لقمان کی نصیحت ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔حضرت لقمان عرب کے ایک مشہور حکیم و دانا شخص تھے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی نصیحت کو نقل کر کے اسے یہ سند عطا کر دی کہ یہی کچھ اللہ تعالیٰ کو بھی مطلوب ہے۔یہی وہ خصوصیات ہیں جو صالحین کی سیرت بھی رہی ہیں اور ان کی اپنی اولاد کو نصیحت بھی۔

1۔شکر (ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار رہو۔جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔)

وضاحت:اللہ کا شکر ادا کرنا ایمان کی اصل ہے۔جو شخص شکر گزار رہتا ہے اس کی نعمتیں بڑھتی ہیں اور جو ناشکری کا رویہ اختیار کرتا ہے وہ اللہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔کیونکہ اللہ کسی کا محتاج نہیں سب اللہ کے محتاج ہیں۔سو انسان اگر خود پر اللہ کا فضل چاہے تو شکر گزار رہے اور ناشکری سے بچے کیونکہ اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتا۔

حدیث: سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اس قدر قیام فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا۔حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔(صحیح مسلم: جلدسوم: حدیث نمبر 2629)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جوتم سے مال ودولت اور دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم ہیں، ان کی طرف دیکھو (تو تمھارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا) اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جوتم سے مال و دولت اور دنیاوی ساز وسامان میں بڑھے ہوئے ہیں، تاکہ جو نعمتیں تمھیں اس وقت ملی ہوئی ہیں، وہ تمھاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔ (مسلم)

2۔شرک سے پرہیز (یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اس نے کہا 'بیٹا! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے'۔)

وضاحت: اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ناشکری شرک کرنا ہے۔ شرک صرف اسی کا نام نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود مانا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اختیارات اور حقوق میں کسی اور کو شریک کرنا بھی شرک ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی واضح کردی گئی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ دوسری جگہوں پر یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کرسکتے ہیں، مگر شرک کرنے کو وہ معاف نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ داخل جنت ہوگا تو میں نے کہا: گو اس نے زنا کیا ہو، گو اس نے چوری کی ہو، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! گو اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ (بخاری ومسلم)

3۔ماں باپ کی شکرگزاری ((ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر بجالا)

وضاحت: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے حقوق کے بعد سب سے اہم حق والدین کا ہے۔ اس لیے اپنے ساتھ ان کی شکرگزاری کی تلقین کی گئی ہے۔ ماں کے خصوصی ذکر سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ خدمت اور شکرگزاری میں اس کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ لیکن اگر والدین شرک اور خدا کی نافرمانی پر ابھاریں تو ان جیسی ہستی کی بات کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خدا کے حق سے بڑا کسی کا حق نہیں ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا میں ہجرت اور جہاد کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے ہاتھ پر) بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالی سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ سے اس کا اجر چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے والدین کی طرف جا اور ان دونوں سے اچھا سلوک کر۔(صحیح مسلم: جلدسوم: حدیث نمبر 2010)

4۔نیک لوگوں کی پیروی (اور ان کے طریقے کی پیروی کر جو میری طرف متوجہ ہیں)

وضاحت: شرک کے معاملے میں والدین کی پیروی سے منع کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ انسان کو اگر پیروی کرنی ہے تو ان لوگوں کی کرنی چاہیے جو خدا پرست ہیں۔ یہیں سے یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں کی پیروی اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔

حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اور اس میں اس کی اتباع کی گئی تو اس کے لیے بھی اس کے متبعین کے برابر ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ جبکہ اگر کسی نے برائی کے کسی طریقے کو رواج دیا اور لوگوں نے اس کی اتباع کی تو اس کے لیے بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس کی اتباع کرنے والوں کے لیے اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی (ترمذی، 585)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال اس طرح ہے جیسے کستوری والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ کستوری والا یا تو تجھے عطیہ دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا پھر تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا ڈالے گا یا تو اس سے بدبودار ہوا پائے گا۔ (بخاری، مسلم)

5۔ خدا کے علم سے ڈرتے رہنا (کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو، اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بیں اور باخبر ہے)

وضاحت: انسان کا عمل جتنا بھی چھوٹا ہو اور کسی بھی جگہ چھپ کر کیا جائے، اللہ تعالیٰ اس سے واقف رہتے ہیں۔ وہ رائی کے دانے کے برابر عمل کو بھی قیامت کے دن نامہ اعمال میں پیش کر دیں گے۔ یہ یقین انسان کو نیکی پر ابھارتا اور گناہوں سے روکتا ہے۔ یہی تقویٰ کی اساس ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوالقاسم علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر (اللہ کے قہر و جلال اور قیامت و آخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق) تمھیں وہ سب معلوم ہو جائے، جو مجھے معلوم ہے، تو تمھارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت بڑھ جائے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: جو شخص ڈرتا ہے وہ شروع رات میں چل دیتا ہے اور جو شروع رات میں چل دیتا ہے، وہ عافیت کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ یادرکھو اللہ کا سودا سستا نہیں بہت مہنگا اور بہت قیمتی ہے۔ یادرکھو اللہ کا وہ سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

6۔ نماز (اے میرے بیٹے! نماز کا اہتمام رکھ)

وضاحت: نماز خدا کی شکر گزاری کا سب سے بڑا اظہار ہے، اس لیے اس کا یہاں خاص کر ذکر آیا ہے۔ مگر ان نصیحتوں کا ایک اور پہلو ہے جس پر توجہ رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو بااہتمام یہ نصائح فرمائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ اولاد کی تربیت کا خصوصی اہتمام کریں اور ان تمام اچھی بری چیزوں کے حوالے سے خاص طور پر بٹھا کر نصیحت کریں۔ نماز چونکہ سب سے بڑا دینی حکم ہے اس لیے والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس حوالے سے اولاد کو نصیحت کرتے رہیں۔

حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے (کے اقرار) پر بیعت کی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 56)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اولاد کو جو کچھ دیتا ہے، اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔ (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کا اکرام کرو، اور (اچھی تربیت کے ذریعے) ان کو حسن ادب سے آراستہ کرو۔ (ابن ماجہ)

7۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اے میرے بیٹے! نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کر)

وضاحت: معروف سے مراد وہ اچھائیاں ہیں جو انسانیت کے نزدیک مسلم ہیں جبکہ منکر اس کی

ضد ہے۔ایک مومن معاشرے کے خیر وشر سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔اس لیے وہ ہمیشہ لوگوں کو اچھائیوں کی تلقین اور برائیوں سے باز رہنے کی نصیحت کرتا ہے۔

حدیث: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی طرف (کسی بندے کی) رہنمائی کی تو اس کو اس نیک کام کے کرنے والے بندے کے اجر کے برابر ہی اجر ملے گا۔(مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم پر لازم ہے اور تم کو تاکید ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو، یا پھر ایسا ہوگا کہ اللہ تم پر اپنا کوئی عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعائیں کروگے اور تمھاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔(ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم میں سے کوئی شخص (اپنے دائرہ اختیار میں) کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ ہاتھ سے اس کا ازالہ کرے۔پھر اگر اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اسے ناگوار سمجھے اور یہ ایمان کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔(مسلم)

8۔صبر (اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر، یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے)

وضاحت: صبر کے کئی پہلو ہیں۔مثلاً ناگہانی آفتوں پر صبر، دین حق پر استقامت کے لیے ماحول کے تقاضوں کے خلاف ثابت قدمی، نفس و شیطان کی ترغیبات کے خلاف مزاحمت وغیرہ۔مگر یہاں صبر کا وہ خاص پہلو نمایاں ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے پیش آنے والی مشکلات کے معاملے میں کیا جاتا ہے۔یہ کام بڑی حکمت اور صبر کا تقاضہ کرتا ہے، اسی لیے خاص کر یہاں اس کی تلقین کی گئی ہے۔لیکن صبر کی ضرورت انسان کو زندگی میں ہر ہر پہلو سے پڑتی ہے اور ہر پہلو سے صبر کا بڑا اجر ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا، اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔پس جو لوگ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ آزمائش میں اللہ سے ناراض رہیں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔(ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور کشادہ تر نعمت نہیں ملی۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1382)

9۔تکبر سے پرہیز (اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین پر اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا)

وضاحت: یہاں تکبر کے دو مظاہر بیان کیے گئے ہیں۔ایک اکڑ کی چال۔اس کی تفصیلی وضاحت عنوان نمبر 5 'اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کا فیصلہ' کے تحت گزر چکی ہے۔تکبر کا دوسرا مظہر دوسرے لوگوں سے بے رخی برتنا ہے۔یہاں لوگوں سے مراد ظاہر ہے کہ کمزور اور غریب لوگ ہیں۔یہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ تکبر کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی غرور ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔(ابوداؤد، رقم 4091)

حارث بن وہب خزاعی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں اہل جنت کی خبر نہ دوں۔وہ ہر کمزور اور حقیر ہے، اگر اللہ پر کوئی قسم کھالے تو اللہ اس کو پورا کر دے۔کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں وہ شریر مغرور اور تکبر والے لوگ ہیں۔(: صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2032)

10۔گفتار و رفتار میں اعتدال(اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ،سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے)

وضاحت: یہ تکبر کے برعکس انکساری کے رویے کے مظاہر ہیں۔یعنی اکڑ کے بجائے اعتدال کی چال چلنا۔اس پر اوپر سورہ فرقان عنوان نمبر 1 میں بات کی جا چکی ہے۔انکساری کا دوسرا مظہر لوگوں کے ساتھ نرمی سے بات کرنا ہے۔اہل ایمان کو اسی کی تلقین کی گئی ہے۔جبکہ بلند آواز سے لوگوں کی تحقیر کرنے والے شخص کی آواز کو اللہ تعالیٰ نے گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر اس کی برائی بیان کی ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لیے حرام ہے،اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو میں بتاتا ہوں،دوزخ کی آگ حرام ہے) ہر ایسے شخص پر جو مزاج کا تیز نہ ہو،نرم ہو،لوگوں سے قریب ہونے والا ہو۔نرم خو ہو۔(ابوداؤد،ترمذی)

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی سیرت، اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت اور میانہ روی ایک حصہ ہے نبوت کے چوبیس حصوں میں سے۔(ترمذی)

معاویہ اپنے باپ حضرت جامعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم، جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔آپ نے پوچھا: تمھاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔فرمایا: تو اس کی خدمت میں رہو،اس لیے کہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔(نسائی،رقم 3106)

9۔ابدی نعمتیں کن کے لیے ہیں

''جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے،اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو:

ایمان لائے ہیں۔

اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔

اور اگر غصّہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔

اور جو اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔

اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اور ان کا نظام شوریٰ پر ہوتا ہے۔

اور ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں...... برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے،اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا،تو بے شک یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔''

(شوریٰ42:43-36)

عنوان ومطالبات

دنیا کی فانی نعمتیں انسان کو اکثر دھوکے میں ڈال دیتی ہیں۔حالانکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں تیار کررکھی ہیں وہ دنیا کی نعمتوں سے زیادہ اچھی بھی ہیں اور وہ فانی نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔یہ نعمتیں جن لوگوں کو ملیں گی ان کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1۔ایمان(اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے......وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں)

وضاحت: خدا کے مطلوب انسان کی پہلی خصوصیت ایمان ہے۔اپنے تعصّبات اور حالات کے جبر کے باوجود جو لوگ ایمان لاتے ان کا ایمان ہی اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ نجات کے لیے کافی ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر مقام پر ایمان کے ساتھ کچھ دیگر اعمال کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔یہ گویا ایمان کے لازمی اجزا ہیں۔یہاں بھی ایمان کے بعد ان مطالبات کی تفصیل کی گئی ہے۔

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو،(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 49)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں اور ان مین سب سے اعلیٰ اور افضل تو **لاالہ الااللہ** کا قائل ہونا ہے اور ان میں ادنیٰ درجے کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹا دینا ہے اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔(بخاری ومسلم)

حضرت عبادہ بن صابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ: جو کوئی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، تو اللہ نے اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کردی ہے۔(مسلم)

2۔توکل(اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں)

وضاحت: توکل اہل ایمان کی بنیادی اور لازمی صفات میں سے ایک ہے۔توکل رکھنے والے اہل ایمان زندگی کے ہر سرد وگرم میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔وہ مشکلات میں مایوس نہیں ہوتے اور نعمتوں کو اپنا کمال سمجھنے کے بجائے خدا کی عطا سمجھتے ہیں۔انہیں اس بات پر بھی بھروسہ ہوتا ہے کہ خدا نے جنت کے جو وعدے کیے ہیں وہ انہیں ضرور پورا کرے گا۔

حدیث: حصین بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔تو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، اور نہ شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔(صحیح بخاری: جلدسوم: حدیث نمبر 1393)

حضرت عمروبن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے، تو جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے گا تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی کہ اسے کون سی وادی تباہ کرتی ہے، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچائے گا۔(مشکوۃ،ابن ماجہ)

3۔اثم اور فواحش کی نوعیت کے بڑے گناہوں سے بچنا(اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں)

وضاحت: ’اثم‘ گناہوں کی وہ قسم ہے جس کا تعلق انسانوں کی حق تلفی سے ہے اور جن کا برا ہونا انسانی معاشروں میں ایک مسلمہ ہو۔ فواحش ان چیزوں کو کہتے ہیں جو بے حیائی اور جنسی بے راہروی پر مبنی ہوں۔ یہاں اور سورہ نجم آیت 32 میں ان دونوں کے حوالے سے بڑے بڑے گناہوں پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے مزاج اور خواہشات کی بناپر ان گناہوں کی ابتدائی شکلوں میں ملوث ہوسکتا ہے۔ مگر اس کا مطلب چھوٹے گناہوں کے بارے میں کھلی چھوٹ نہیں۔ چھوٹے گناہ جب عادت بن جائیں تو بڑے گناہ کا ارتکاب با آسانی ہو جاتا ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح، اور حلال وحرام کے درمیان کچھ امور غیر واضح ہیں جن کو بہت آدمی نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ امور سے بچا رہا وہ اپنی آبرو اور دین کو بے داغ بچالے گا اور جو مشتبہات میں پڑ گیا (آخرکار) حرام میں پڑ جائے گا جیسے کوئی چرواہا اگر محفوظ چراہ گاہ کے آس پاس چراتا ہے تو اغلب ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر بھی جا پڑے۔ (متفق علیہ)

4-غصہ پر قابو اور درگزر (اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں)

وضاحت: باہمی معاملات میں بارہا دوسروں کا رویہ انسانوں کو غصہ دلانے کا سبب بن جاتا ہے۔ مگر بندہ مومن سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اشتعال دلانے کے مواقع پر بھی غصہ میں نہ آئے اور لوگوں کو معاف کرنے کی روش اختیار کرے۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہے کہ بلاوجہ غصہ کرنا کس درجہ کی ناپسندیدہ بات ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ طاقتور آدمی پہلوان نہیں ہوتا صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پھر طاقتور کون آدمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غصہ کے وقت اپنے

آپ کو قابو میں رکھ سکے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2147)

5-اللہ کی پکار کا جواب (اور جو اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر کا شعور دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ پھر اس دنیا میں شیطان کے پیرو بھی ہیں اور رحمان کی طرف بلانے والے بھی ہیں۔ اہل ایمان ہر موقع پر شیطان کے بجائے رحمان کی پیروی کرتے اور اسی کی پکار کا جواب دیتے ہیں، چاہے یہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ لگے۔ اللہ کی طرف بلانے کی یہ پکار آخری دفعہ نبی آخرالزماں نے کامل صورت میں بلند کی تھی اور اب قیامت تک یہ پکار قرآن کریم کی پکار ہے جس کا جواب دینا ہم میں سے ہر شخص پر فرض ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت یعنی ”اے رسول! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے“ (الشعراء26:214) کے نزول کے بعد کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اے گروہ قریش (یا اسی جیسا کوئی اور کلمہ فرمایا) اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا ہوں اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیغمبر خدا کی پھوپھی! میں خدا کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میرے مال سے سب کچھ لے سکتی ہو مگر جب تک نیک عمل نہیں کرو گی خدا کے سامنے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1887)

6-نماز (اور نماز قائم کرتے ہیں)

رب کی پکار پر لبیک کہنے کے بعد جو پہلا مطالبہ اہل ایمان کے سامنے آتا ہے وہ نماز کا ہوتا ہے۔ چنانچہ پنج وقتہ نماز کی ادائیگی ایمان کی سب سے بڑی شناخت اور فرمانبرداری کا سب سے

بڑا اظہار ہے۔قرآن کریم سورہ عنکبوت میں یہ بھی واضح کرتا ہے کہ نماز فواحش ومنکرات اور دیگر گناہوں سے روکتی ہے۔یہی وہ چیزیں ہیں جن سے رکنے کا مطالبہ ابتدائی آیات میں کیا گیا ہے۔نماز اس پہلو سے بھی بڑی اہم ہے کہ وہ گناہ سے روکتی بھی ہے اور انہیں دھوتی بھی ہے۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اُس کے جسم پر میل نام کی کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ لوگوں نے عرض کیا: اس صورت میں تو یقیناً میل کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے گا۔آپ نے فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے۔اللہ ان کے ذریعے سے بالکل اسی طرح گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔(بخاری، رقم 528)

7۔مشاورت (اور ان کا نظام شوریٰ پر ہوتا ہے)

وضاحت: انسان تنہا زندگی نہیں گزارتا بلکہ لوگوں میں جیتا ہے۔مسلمان جب اجتماعیت میں ڈھلتے ہیں تو دین کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنا نظم اجتماعی باہمی مشاورت کے اصول پر قائم کریں۔نہ کہ آمریت اور نسل و خاندان کے بادشاہی طریقے پر۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار یعنی خیر خواہ ہو، خیانت کار یعنی بدخواہ نہ ہو۔(مسلم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہو اور وہی مشورہ دے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔(طبرانی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کو امانتدار ہونا چاہیے خواہ مشورہ دے یا نہ دے۔(طبرانی)

8۔انفاق (اور ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

قرآن کریم میں نماز کے ساتھ جگہ جگہ انفاق یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطالبہ بیان کیا جاتا ہے۔نماز حقوق رب کی جامع ہے تو انفاق حقوق العباد کا سب سے بڑا اظہار ہے۔یہاں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ انسان جو خرچ کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کے دیے ہوئے ہی میں سے ہوتا ہے۔اس لیے یہ کسی پر احسان نہیں بلکہ اللہ کے دیے ہوئے میں سے کچھ حصہ اس کے حکم پر اس کے بندوں کو دینا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے فرزند! تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔(بخاری، مسلم)

حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اللہ کے بھروسہ پر اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور گنو مت۔ اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کر کے دو گی تو وہ بھی تمھیں حساب ہی سے دے گا۔اور دولت جوڑ جوڑ کر اور بند کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمھارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا۔لہذا تھوڑا بہت جو ہو سکے اور جس کی توفیق ملے راہ خدا میں کشادہ دستی سے دیتی رہو۔(بخاری، مسلم)

9۔عدل کے ساتھ بدلہ لینا (اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں...... برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے)

وضاحت: اوپر غصہ کی حالت میں معافی کا حکم دیا گیا ہے مگر بعض اوقات عملاً انسان ایسی زیادتی کرتے ہیں جن کا بدلہ لینا معاشرے کے لیے بہتر ہوتا ہے۔اسی کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔اسی اصول پر اسلام جرائم کی سزائیں مقرر کرتا ہے جیسے قتل کی سزا موت ہے۔اسلام میں ظلم کو بلا سبب برداشت کرتے رہنا کوئی دینداری نہیں ہے۔انسان بدلہ لے سکتا ہے۔تاہم

یہاں یہ بتا دیا گیا ہے کہ جب زیادتی کا ارتکاب ہو تو اس کا بدلہ اتنا ہی لیا جائے۔ جواب میں زیادتی نہ کی جائے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو امروں کے درمیان اختیار دیا گیا تو ان میں سے آسان صورت کو اختیار کیا جب تک کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو، اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے بہت زیادہ دور رہتے، خدا کی قسم آپ نے کبھی اپنے لئے انتقام نہیں لیا، جب تک محرمات الٰہیہ کی خلاف ورزی نہ ہو، اور جب اس کی خلاف ورزی کی ہو تو اللہ کے لئے انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1690)

10۔صبر اور درگزر (اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا، تو بے شک یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے)

وضاحت: ظلم کے باوجود معاف کر دینا بہر حال ایک بہت افضل عمل ہے۔ یہ عزیمت کی راہ ہے۔ اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ مشکل راہ صرف وہی لوگ چل سکتے ہیں جو صبر کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندہ پر کوئی ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ محض اللہ کے لیے اس سے درگزر کرے (اور انتقام نہ لے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کی بھرپور مدد فرمائیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی جناب میں عرض کیا: پروردگار! آپ کے بندوں میں کون آپ کی بارگاہ میں زیادہ باعزت ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ بندے جو (قصوروار پر) قابو پانے کے بعد، اس کو معاف کر دیں۔ (البیہقی)

10۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا کردار

اور تم بات نہ سنو ہر ایک:
بہت قسمیں کھانے والے،
ذلیل،
اشارہ باز،
چغلیاں لگانے والے،
بھلائی سے روکنے والے،
حد سے تجاوز کرنے والے،
حق مارنے والے،
سنگدل،
اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل شخص کی۔
یہ کردار اس وجہ سے ہوا کہ وہ مال و اولاد والا ہے۔
جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے، یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں۔"
(القلم 10-15:68)

عنوان و مطالبات

یہ سورۃ القلم کی آیات ہیں۔ اس سورہ کے آغاز پر بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہترین

اخلاق و کردار کے مالک ہیں۔ پھر ان آیات میں آپ کے مخالفین کی پست کرداری کی منظر کشی کی گئی ہے۔اس کردار کی ہر صفت وہ ہے جس کا تصور بھی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔

1۔بہت قسمیں کھانا(اور تم بات نہ سنو ہر ایک بہت قسمیں کھانے والے)

وضاحت: آیت میں ’حلاّف‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بہت زیادہ قسمیں کھانے والا شخص ہے۔قسم انسان کی سچائی کا ثبوت ہوتی ہے،لیکن بہت زیادہ قسمیں کھانا انسان کے کردار کی پستی کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ کام وہی شخص کرتا ہے جس کی سچائی اس کے اعمال کی بنا پر پہلے ہی مشکوک ہو۔ چنانچہ ایسے جھوٹے لوگ دوسروں کو اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے ہر بات پر قسم کھاتے ہیں۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنی کردار سازی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں اصل مراد وہ جھوٹا شخص ہے جو قسموں کے ذریعے سے جھوٹ کو سچ ثابت کرتا ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال مار لے،تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں اس کی پیشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک اور ناراض ہونگے۔(بخاری،مسلم)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق ناجائز طور پر مار لیا،تو اللہ نے ایسے آدمی کے لیے دوزخ واجب کردی ہے اور جنت کو اس پر حرام کردیا ہے۔حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اگر چہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہاں!اگر چہ جنگلی درخت پیلو کی ٹہنی ہی ہو۔(مسلم)

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال جھوٹی قسم کھا کر مار لے گا وہ اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔(ابوداؤد)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔پس اس سے سودا تو زیادہ بکتا ہے لیکن برکت مٹ جاتی ہے۔(مسلم)

2۔ذلیل ہونا(مھین یا ذلیل)

وضاحت: ’مھین‘ عربی میں ذلیل و حقیر آدمی کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ایسا انسان ہے جو اپنی گھٹیا حرکتوں کی بنا پر عزت نفس اور وقار گنوا بیٹھا ہو۔ اپنی خواہشات کے پیچھے اعلیٰ اخلاقی رویوں کو پامال کرنا اس کا معمول ہو۔کردار کی بلندی ان لوگوں کا خاصہ ہوتی ہے جنھیں اپنی عزت نفس کا پاس ہو۔مگر جو لوگ مفادات کے لیے عزت نفس کو بھی قربان کردیں،ایسے لوگ کچھ دنیوی فائدے تو شاید حاصل کرلیں،مگر اخلاقی طور پر وہ دیوالیہ ہوجاتے ہیں۔ پھر عزت نفس کھونے کے بعد یہ لوگ ہر اخلاقی حد کو پار کر کے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نیت اپنی سعی و عمل سے آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنا نصیب فرمادیں گے۔ اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے،اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی۔اور جس شخص کی نیت دنیا طلب کرنا ہوگی،اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی بیچ پیشانی میں اس کے چہرے پر پیدا کردیں گے۔اور اس کے حال کو پراگندہ کردیں گے اور یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے مقدر ہو چکی ہوگی۔(ترمذی)

3۔اشارہ باز ہونا(اشارہ باز)

وضاحت: دوسرے انسانوں کی تحقیر کا ایک عام طریقہ یہ ہے کہ ان پر اشارے کیے جائیں اور فقرے کسے جائیں۔ان کی انسانی کمزوریوں کو اپنے طنز و مذاق کا موضوع بنایا جائے۔ان پر پھبتی چست کی جائے اوران کی نقل اتاری جائے۔یہی وہ صفت ہے جسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، چاہے اس کے بدلے مجھے بہت سی دولت ملے۔(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے(لہذا) نہ خود اس پر ظلم وزیادتی کرے، نہ اس کو بے یارو مددگار چھوڑے، نہ اس کی تحقیر کرے۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔کسی آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، اوراس کی تحقیر کرے۔مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے۔اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اوراس کی آبرو بھی۔(مسلم)

4۔چغل خوری کرنا(چغلیاں لگانے والے)

وضاحت: انسانوں میں پھوٹ ڈلوانے کا یہ سب سے موثر نسخہ ہوتا ہے۔لگائی بجھائی اور چغل خوری سے دوستوں، رشتہ داروں اوردوسرے تعلقات میں دراڑ ڈالنا بہت آسان ہوتا ہے۔اسی سے لوگوں کو دوسروں سے کاٹ کر اپنے ساتھ ملایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ کسی طاقتور آدمی کے سامنے دوسروں کی چغل خوری کرنا بہت سے ذاتی مفادات کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔مگر یہی وہ رویہ ہے جو رب کو بے حد ناپسند ہے۔

حدیث: ہمام بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حاکم تک لوگوں کی باتیں

نقل کرتا تھا، حضرت ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی ہم میں آ کر بیٹھ گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 291)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوراسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے، اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھانے والے، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہیں۔اور جو اس کے طالب اور ساعی رہتے ہیں کہ اللہ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ سے ملوث یا کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کریں۔(مسند احمد)

۳۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھیوں میں سے کوئی کسی دوسرے کی بات مجھے نہ پہنچایا کرے۔میں چاہتا ہوں کہ میں جب تم لوگوں میں آؤں تو میرا دل(سب کی طرف سے)صاف اور بے روگ ہو۔(ابوداؤد)

5۔بھلائی سے روکنے والا(بھلائی سے روکنے والے)

وضاحت: انسانی کردار کا یہ ایک انتہائی منفی پہلو ہے کہ آدمی نہ خود کسی بھلائی کی طرف پیش قدمی کرتا ہے اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے دیتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ دوسرے خیر میں آگے بڑھیں گے تو اسے بھی بڑھنا پڑے گا۔یہ اس شخص کو گوارا نہیں ہوتا۔اس لیے وہ پہلے مرحلے ہی پر دوسروں کو انفاق اوردوسری نیکیوں سے روکتا ہے تا کہ اس کے بخل اور برائی کا پول نہ کھل سکے۔

حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے احکام کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے مگر ٹوکتا نہیں، اس کے ساتھ رواداری برتتا ہے، ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی لی۔اس کشتی میں مختلف

درجے ہیں، اوپر نیچے۔ چند آدمی اوپر کے حصے میں بیٹھے اور چند نچلے حصے میں، تو جو لوگ نچلے حصے میں بیٹھے تھے، وہ پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گذرتے تاکہ سمندر سے پانی بھریں تو اوپر والوں کو اس سے تکلیف ہوتی۔ آخر کار نیچے کے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے۔ اوپر کے لوگ آئے اور کہا تم یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے تو اب ہم کشتی کے تختوں کو توڑ کر سمندر سے پانی حاصل کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال دے کر بیان فرمایا: اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ہیں تو انہیں بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور اپنے کو بھی بچالیں گے، اور اگر انہیں اس حرکت سے نہیں روکتے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو انہیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب خیرات کرنے کا حکم آیا تو ہم مزدوری پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ ایک دن ابو عقیل آدھا صاع کھجور لے کر آئے اور ایک شخص عبدالرحمٰن بن عوف بہت زیادہ مال لے کر آئے۔ منافق کہنے لگے اللہ اس حقیر خیرات سے بے پرواہ ہے اور یہ زیادہ مال دکھانے کے لئے لایا گیا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ منافق خیرات کرنے والوں کو عیب لگاتے ہیں جو کم دیتا ہے اسے حقیر کہتے ہیں اور جو زیادہ دیتا ہے اسے ریاکاری پر محمول کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1784)

6۔ حد سے بڑھنے والا (حد سے تجاوز کرنے والے)

وضاحت: ایسا کردار دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ وہ ان پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ ان کی جان، مال، آبرو پر حملے کرتا ہے۔ حدود کی یہی پامالی یہاں مراد ہے۔ ظلم و ستم اور دوسروں پر

زیادتی کا یہ رویہ روز قیامت بدترین نتائج کا باعث بنے گا۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے سخت اندھیرا بن جائے گا۔

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اسے قوت پہنچائے اور وہ جانتا ہو کہ یہ شخص ظالم ہے تو اسلام سے خارج ہے۔ (مشکوٰۃ)

7۔ حق تلفی کرنے والا (حق مارنے والے)

وضاحت: اس صفت سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص اپنے ذمے عائد کسی حق کو پورا کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اسے صرف اپنے حقوق سے دلچسپی ہوتی ہے، مگر دوسروں کے حقوق کے معاملے میں وہ بے حس ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیا حق ہیں تو فرمایا: جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کر، جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر، جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کر، جب اسے چھینک آجائے اور وہ الحمدللہ کہے تو اس کا جواب دے اور وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔

8۔ سنگدل ہونا (سنگدل)

وضاحت: اوپر جو اعمال بیان ہوئے ہیں یہ اس کی اصل وجہ ہے۔ یعنی جو انسان سنگدل ہے، بے حس ہے، وہ یہی سب کچھ کرے گا۔ نرمی خدا کو بیحد پسند ہے اور سنگدلی اتنی ہی ناپسند۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مصدوق سیدنا القاسم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نہیں نکالا جاتا رحمت کا مادہ مگر بدبخت کے دل سے۔(مسند احمد، ترمذی)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔اقرع نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔(بخاری، مسلم)

مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب جوان اور ہم عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مہربان اور نرم دل تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چیز کا خیال ہوگیا کہ ہمیں اپنے وطن جانے کا اشتیاق ہوگیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم اپنے گھروں میں سے کس کو چھوڑ کر آئے ہو؟ تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے باخبر کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ اور ان میں ٹھہرو اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے پھر تم میں سے جو سب سے بڑا ہو وہ تمہارا امام بنے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1530)

9۔بد اصل ہونا (اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل)

وضاحت: یہاں وہ شخص مراد ہے جو کسی ایک خاندان یا قوم کا فرد ہونے کے باجود اپنا تعلق دوسروں سے ملائے۔ یہ کام انسان عام طور پر عزت و مرتبے کے حصول کے لیے کرتا ہے یا مفادات کے لیے۔اسی لیے یہ چیز قابل مذمت ٹھہری ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن آدمی بھولا بھالا (دھوکہ کھانے والا) اور شریف ہوتا ہے اور فاسق انسان دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1362)

10۔نعمتیں پا کر غافل ہونا (یہ کردار اس وجہ سے ہوا کہ وہ مال و اولاد والا ہے)

وضاحت: نعمتیں اس دنیا میں امتحان کے لیے دی جاتی ہیں۔انسان کو خدا کی نعمتوں پر شکر گزار ہونا چاہیے، مگر جب مال و اولاد اور دیگر نعمتیں ملنے پر انسان خدا کو بھول جائے اور غفلت کا مظاہرہ کرے تو وہ کردار وجود میں آتا ہے جس کا اوپر تفصیلی ذکر ہوا۔اس لیے یہ خود ایک انتہائی منفی رویہ ہے کہ کوئی شخص خدا کی نعمتیں پا کر غافل ہو جائے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے اس عمل سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے اور اس پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر کرے یا کچھ پیئے اور اس پر اس کی حمد اور شکر ادا کرے۔(مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس آدمی کی طرف دیکھو کہ جو تم سے کم تر درجہ میں ہے اور اس آدمی کی طرف نہ دیکھو کہ جو درجہ میں تم سے بلند ہوتا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھنے لگ جاؤ۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2933)

11۔آیات الٰہی کی تکذیب (جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے، یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں)

وضاحت: مشرکین جب قرآن سنتے تو اس کا مذاق اُڑاتے تھے۔قرآن کی تکذیب کے لیے ان کا ایک موثر حربہ یہ تھا کہ وہ قرآن کو قصے کہانیوں کی نوعیت کی کوئی چیز قرار دیتے تھے۔

آج ہم مسلمان سمجھتے ہیں کہ قرآن کی تکذیب کرنے والوں اور مذاق اڑانے والوں کا رویہ

ہم میں نہیں ہے۔مگر آج کا مسلمان قرآن سے اتنا دور ہے کہ اس کا رویہ تکذیب سے کچھ کم نہیں۔ہم قرآن کا حکم سنتے ہیں،مگر مانتے نہیں۔آیات الٰہی سنتے ہیں،مگر دل میں یقین پیدا نہیں ہوتا،اللہ کی مرضی ومنشا کو صاف صاف سنتے ہیں،مگر پھر بھی زندگی نہیں بدلتی۔یہ سب بھی ایک نوعیت کی تکذیب ہی ہے۔قرآن میں تورات کے حوالے سے یہود کے اسی رویے کو'تکذیب' سے تعبیر کیا گیا ہے۔(الجمعہ 5:62)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا اور مجھ کو اس کا جھٹلانا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کروں گا جیسا کہ میں نے پہلی بار اس کو پیدا کیا اور مجھ کو اس کا گالی دینا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں بے نیاز ہوں کہ نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ میں کسی سے جنا گیا۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2092)

احادیثِ طیبہ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ (نہایت) کریم ومہربان (ہستی) ہے اور وہ (ایک بندے کی دوسرے بندوں کے ساتھ) نرمی ومہربانی کو پسند فرماتا ہے اور اس نرمی ومہربانی پر (اپنے بندوں کو) وہ چیز عطا فرماتا ہے جو سختی اور کسی دوسری چیز پر عطا نہیں فرماتا۔''

''ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:
نرمی کو لازم پکڑلو اور سختی اور بے حیائی سے بچو۔نرمی کسی چیز میں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اسے زینت بخشتی (اور حسین وآراستہ بنادیتی) ہے اور کسی چیز سے نہیں نکلتی مگر یہ کہ اسے عیب دار (اور مکروہ) بنادیتی ہے۔''

''حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو نرمی سے محروم کردیا گیا وہ (بڑے) خیر سے محروم کردیا گیا''

(مشکوٰۃ،باب الرفق والحیا وحسن الخلق)

11۔جنت کی عزت کا مستحق کون ہے

''بے شک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے،جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔
مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں،جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔
اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔
اور وہ جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں۔
اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو۔
اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔بجز اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ عورتوں کے جن سے محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں،البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔
اور جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔
اور جو اپنی شہادتوں کو ادا کرنے والے ہیں۔
اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے۔''(معارج 70:35-19)

عنوان ومطالبات

یہاں اکثر و بیشتر وہی چیزیں بیان ہوئی ہیں جو عنوان نمبر 6 'جنت کی کامیابی کون پائے گا' میں بیان ہوئی ہیں۔آیات کے آخر میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہی لوگ جنت میں عزت کا مقام حاصل کریں گے۔

1۔بے صبرا پن (بے شک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے)

وضاحت: یہاں جس صفت کی مذمت کی گئی ہے، وہ جلد بازی اور بے صبرے پن کی وہ روش ہے جس میں انسان فوری نفع و نقصان کو حتمی سمجھ لیتا ہے۔ ایسے شخص پر اگر تنگی و مصیبت آجائے تو گھبرا کر واویلا شروع کر دیتا اور مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے۔اور اگر خوشحالی آجائے تو اسے خدا کا فضل سمجھنے کے بجائے اپنے زور بازو کا نتیجہ سمجھ کر بخیل بن جاتا ہے۔یہ تھڑدلا پن گویا دورخی تلوار ہے جو مشکل حالات میں شکوہ شکایت اور خوشحالی میں بخل کی دھار سے روح ایمانی کو کاٹ ڈالتی ہے۔

حدیث: انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، عورت نے کہا کہ دور ہو جا، تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے اور نہ تو اس مصیبت کو جانتا ہے۔اس نے آپ کو پہچانا نہیں۔جب اس کو بتایا گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس آئی اور وہاں دربان نہ پائے اور عرض کیا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا، آپ نے فرمایا کہ صبر صدمہ کی ابتداء کے وقت ہی ہوتا ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1206)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی دو آنکھوں کی وجہ سے

آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 613)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے دو فرشتے اترتے ہیں، جن میں سے ایک فرشتہ (خرچ کرنے والے بندے کے لیے دعا کرتا ہے) کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اچھا عوض دے۔ دوسرا فرشتہ (بخیلوں کے بارے میں بددعا کرتا ہے) کہتا ہے کہ: اے اللہ! بخل کرنے والے کو تباہی و بربادی سے دوچار کر دے۔(بخاری، مسلم)

2۔دوام نماز (مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں)

وضاحت: بے حوصلہ پن کی اس صفت سے نمازی محفوظ رہتے ہیں۔نماز یہاں ایمان کے قائم مقام کے طور پر بیان ہوئی ہے۔یعنی جو نمازی نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔یہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ نمازی وہ ہوتا ہے جس کی نماز میں دوام ہو۔یعنی وہ نمازی نہیں جو کبھی کبھار نماز پڑھے یا مصیبت آنے پر مسجد کی طرف دوڑ لگا دے، بلکہ خوشی و غمی ہر حال میں نماز کی پابندی کرنے والے لوگ ہی نمازی ہوتے ہیں۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت آخری کلام یہ تھا کہ نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں باندیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔(مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 552)

حضرت عبادہ بن العامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پانچ نمازیں اللہ نے فرض کی ہیں جس نے اس کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر

ان کو پڑھا اور رکوع سجود بھی جیسے کرنے چاہئیں ویسے ہی کیے اور خشوع کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لیے اللہ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا، تو اس کے لیے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔ (مسند احمد، ابی داؤد)

3۔انفاق (اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے)

وضاحت: نماز کے ساتھ انفاق کا ذکر ہے۔ انفاق کو یہاں 'حق معلوم' یعنی مقرر حق قرار دیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے مال میں کم از کم ایک حصہ تو بہر حال غریبوں ہی کے لیے مقرر ہے۔ اس کا دینا احسان نہیں، نہ دینا جرم ہے۔ یہ غریب وہ بھی ہو سکتے ہیں جو خود آگے بڑھ کر سوال کریں اور وہ بھی جو تنگی و پریشانی کے باوجود خاموش رہیں۔ ایسے لوگوں کو تلاش کرنا چاہیے اور ان کے حالات سے اندازہ کر کے خود ان کی مدد کرنا چاہیے۔ ان کے مانگنے کا انتظار کر کے نیکی کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ بعض لوگ عزت نفس کی وجہ سے کبھی ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

حدیث: ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا (ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس نے خیرات کی چھپا کر یہاں تک کہ جو داہنے ہاتھ سے دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1640)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی (اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: بکری میں سے کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ: صرف ایک دست (بازو) باقی رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دستکے علاوہ جو اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا گیا دراصل وہی باقی ہے اور کام آنے والا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات یہ ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس کو راہ خدا میں خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے کچھ باقی نہ رہے سوائے اس کے کہ میں قرض ادا کرنے کے لیے اس میں سے کچھ بچا لوں۔ (بخاری)

4۔تصدیق آخرت (اور وہ جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں)

وضاحت: یہاں آخرت پر ایمان کا نہیں بلکہ تصدیق کا ذکر ہے۔ آخرت پر ایمان کی تصدیق عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اسی کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آخرت کی تصدیق کرتے ہیں یعنی اپنے عمل سے تصدیق کرتے ہیں۔ جیسے اوپر انفاق کا ذکر ہوا ہے۔ اپنے مال کو اخلاقی حق کی بنیاد پر دوسروں کو دینا، آخرت پر یقین کا کامل اظہار ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے جہنم کی آگ سے زیادہ خطرناک چیز کوئی نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور جنت سے زیادہ عمدہ چیز نہیں دیکھی جس کا چاہنے والا بھی سو رہا ہے۔ (ترمذی)

5۔خشیت (اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو)

وضاحت: بندہ مومن کے اعمال کا اصل محرک یہ ہوتا ہے کہ وہ رب کی پکڑ سے ڈرتا ہے۔ ایسا شخص کبھی اپنے اعمال پر نازاں و فرحاں نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سوچ کر ڈرتا ہے کہ اس کی نیکی معلوم نہیں کہ قبول ہو یا نہیں۔ اسی طرح یہ خشیت اسے ہمیشہ رب کی نافرمانی سے باز رکھتی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ معزز اور بزرگ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جوسب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہو۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 611)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے خوف اور ہیبت سے جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں، اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم، مثلاً مکھی کے سر برابر (یعنی ایک قطرہ ہی کے بقدر) ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آتشِ دوزخ کے لیے حرام کردے گا۔(ابن ماجہ)

6۔حفظ فروج

7۔عہدوامانت کی پاسداری (اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں......اور جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں)

یہ دونوں خصوصیات انہی الفاظ کے ساتھ عنوان نمبر 6 'جنت کی کامیابی کون پائے گا' میں آچکی ہیں۔ وہاں ان پر تفصیلی گفتگو ہوچکی ہے۔ تاہم ان دونوں کے متعلق مزید یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جس معاشرے میں عفت وعصمت بے وقعت ہوجائے اور عہد اور امانت کے بارے میں لوگ بے پرواہوجائیں وہاں آخر کار تمام خاندانی اور سماجی اقدار ختم ہوجاتی ہیں۔

انسان اور جانوروں میں اصل فرق اقدار کا ہے۔ جانور صرف مفاد اور خواہش کے تحت حرکت کرتے ہیں۔ جانوروں میں رشتے نہیں ہوتے۔ وہاں نر کے لیے مادہ صرف ایک مادہ ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ وہ احساس امانت اور عہد کی پاسداری کے تصور سے ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ صرف جبلت کو جانتے ہیں۔ اگر انسان بھی حیا، عہد، امانت، اقدار کو بھول کر جبلت، خواہش اور مفاد کو زندگی بنالیں، عہد کو توڑیں، امانت میں خیانت کریں اور زنا وبدکاری میں عام ہوجائیں تو ان میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ سوائے اس کے کہ جانوروں کا جنگل اس کے بعد بھی باقی رہتا ہے، مگر انسانی معاشرے اس کے بعد تباہ ہوجاتے ہیں۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں، پانچ چیزوں سے آتی ہیں۔ جس قوم نے بھی عہد توڑا اللہ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کردیا۔ جس قوم نے بھی اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ان میں افلاس ضرور پھیل گیا۔ جس قوم میں بدکاری کھلم کھلا ہوئی، ان میں موت ضرور پھیلی۔ جس قوم نے بھی ناپ تول میں کمی بیشی کی اس سے زمین کی روئیدگی ضرور روک دی گئی اور اس قوم کو قحط میں مبتلا کیا گیا، اور جس قوم نے زکوۃ روکی اس سے بارش روک دی گئی۔ (رواہ الحاکم)

8۔شہادت (اور جو اپنی شہادتوں کو ادا کرنے والے ہیں)

وضاحت: گواہی کو ادا کرنا ایک بنیادی دینی مطالبہ ہے۔ شہادت نہ چھپانی چاہیے نہ اس میں کمی بیشی کرنی چاہیے۔ گواہی کی اصل اہمیت یہ ہے کہ انسانی معاشرے بغیر عدل کے چل نہیں سکتے۔ اور عدل بغیر گواہی کے نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کے ہر مقدمے میں دونوں فریق اپنی بات سامنے رکھتے ہیں۔ ایک منصف کے پاس عام حالات میں کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ ایک تیسرا فریق گواہی دے کر اصل معاملے کو بیان کرے۔ جب یہ گواہ کسی ڈر یا مفاد کی بنا پر شہادت دینے سے رک جاتے ہیں تو عدل نہیں ہو پاتا۔ اس سے بڑا گناہ یہ ہے کہ گواہی دینے والے جھوٹی گواہی دیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں مظلوم ہی مجرم بن جاتا ہے۔

حدیث: ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور فرمایا سن لو جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، سن لو! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، آپ اسی طرح (باربار) فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ آپ خاموش نہ ہوں گے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

9۔حفظ صلوٰۃ (اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے)

اس کی تفصیل عنوان نمبر 6 'جنت کی کامیابی کون پائے گا' میں آچکی ہے۔تاہم یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان خصوصیات کے آغاز پر نماز پر استقامت اور یہاں اس کی حفاظت کا حکم ہے۔حفاظت صلوٰۃ ایک بڑی جامع تعبیر ہے۔جس میں ہر طرح کے حالات میں نماز پر قائم رہنا، اسے وقت پر پڑھنا، باجماعت پڑھنا اچھی طرح پڑھنا وغیرہ سب شامل ہیں۔نماز چونکہ توحید کا اظہار ہے، اس لیے سچی دینداری اسی سے شروع ہوتی اور اسی پر ختم ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو شخص اس کی پابندی کرے گا تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن روشنی، دلیل اور نجات کا سبب بن جائے گی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرے گا تو وہ اس کے لئے روشنی دلیل اور نجات کا سبب نہیں بنے گی اور وہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(مسند احمد: جلد سوم: حدیث نمبر 2073)

شرک کی طرف لے جانے والے رویے

''جس نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھائی، اس نے شرک کا ارتکاب کیا''۔(ابوداؤد: رقم 3251)

''میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں، لہذا جس نے اپنے کسی کام میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا، میں اس سے الگ ہوں اور وہ اسی کا ہے جس کو اس نے میرا شریک بنایا ہے''۔ (ابن ماجہ، رقم 4202)

12۔قیامت کو جھٹلانے والے کا کردار

''تم نے دیکھا اس کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟
وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔
پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔
جو ریاکاری کرتے ہیں۔
ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔''
(الماعون 107)

عنوان و مطالبات

سورۃ القلم کی طرح یہاں بھی اسلام کے مخالفین کے کردار کا بیان ہے۔اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ایک سچی دعوت کے مخالفت کرنے والے لوگ اکثر پست سیرت لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت آخرت پر ایمان کی دعوت تھی جس کا کفار مکہ نے انکار کر دیا تھا۔ بدقسمتی سے آج یہ صفات ان مسلمانوں کے عام کردار کا حصہ بن چکی ہیں جو بظاہر آخرت کے منکر نہیں۔مگر قرآن ان صفات کا سرعنوان ''انکار آخرت'' کو بنا کر یہ پیغام دے رہا ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفات ہوں گی، وہ درحقیقت آخرت کی سزا و جزا کے ماننے والے نہیں۔

1۔سزا و جزا کا انکار (تم نے دیکھا اس کو جو آخرت کی سزا و جزا کو جھٹلاتا ہے؟)

وضاحت: کفارِ مکہ نے آخرت کی سزا و جزا کا انکار کر دیا تھا۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اول تو یہ سزا جزا بعید از عقل چیز ہے۔ بالفرض یہ سزا جزا برپا بھی ہوئی تو انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اللہ نے دنیا میں جو نعمتیں انہیں دی ہیں، وہی آخرت میں بھی دیں گے۔ ان کے بت ان کی سفارش کر کے انہیں اللہ کی پکڑ سے بچالیں گے۔ بدقسمتی سے ہر دور کے بدکردار لوگ ایسی ہی تاویلوں سے خود کو آخرت کی سزا جزا سے بری الذمہ سمجھتے ہیں۔ مگر زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ ان کی یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ جبکہ دوسری طرف اہل ایمان ہمیشہ دنیا کی زندگی پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں اور سچی خدا پرستانہ زندگی گزارتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا، اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا، وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس فنا ہو جانے والی دنیا کے مقابلے میں باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی ضیافت کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 957)

2۔ یتیم کی تذلیل (وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے)

وضاحت: عنوان نمبر 10 میں سنگدلی کی ایک صفت گزر چکی ہے۔ یہ اسی صفت کا ایک اور مظہر ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی بار بار آ چکی ہے کہ یتیم کے مال کو اس کے حوالے کیا جائے اور یتیموں

پر اپنا مال خرچ کیا جائے۔ مگر سزا و جزا سے غافل شخص نہ صرف ان سب باتوں پر عمل نہیں کرتا بلکہ کوئی یتیم اس کے پاس آ جائے تو اسے دھکے دے کر اور اس کی تذلیل کر کے نکال دیتا ہے۔ یہ معاملہ کسی یتیم ہی کا نہیں بلکہ ہر کمزور کے ساتھ وہ یہی کرتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ)

3۔ کھانا کھلانے پر نہ ابھارنا (اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا)

وضاحت: عنوان نمبر 10 میں 'بھلائی سے روکنے' کی صفت کے تحت اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ایک بخیل شخص انفاق سے بچنے کے لیے پہلے مرحلے پر دوسروں کو روکتا ہے تا کہ اس کے لیے مسئلہ پیدا نہ ہو۔ یہاں اس کی انتہائی شکل کا بیان ہے کہ ایسا انسان کھانا کھلانے کی بنیادی ضرورت میں بھی یہی رویہ اختیار کرتا ہے۔

حدیث: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کس قسم کا اسلام بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور جس کو جانتے ہو اور جس کو نہ جانتے ہو (سب کو) سلام کرو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 11)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلائے۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو، اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا: اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے نہیں کھلایا، تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تجھے کیوں کر کھلاتا جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے ہاں پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا جب کہ تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں دیا، اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو وہ پانی میرے ہاں پاتا۔ (مسلم)

4۔ نماز سے غفلت (پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں)

وضاحت: یہ وہ صفت ہے جو بتاتی ہے کہ یہ ساری صفات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں جو بظاہر نمازیں پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نماز پڑھنا ایسے لوگوں کی مذہبیت کا ایک اظہار ہے، مگر اس طرح کے لوگوں کے لیے نماز ایک رسم و عادت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ چنانچہ ان کی نماز ان تمام اصولوں کی مکمل خلاف ورزی ہوتی ہے جو 'قرآن کے مطلوب انسان' کے ضمن میں جگہ جگہ پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔ اس کو یہاں 'نماز سے غفلت' کے جامع عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ کے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمھارے ٹکڑے کر دیے جائیں اور تمھیں آگ میں بھون دیا جائے۔ اور خبردار کبھی بالا رادہ نماز نہ چھوڑنا، کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو اس کے بارے میں وہ ذمہ داری ختم ہو گئی جو اللہ کی

طرف سے اس کے وفادار اور صاحب ایمان بندوں کے لیے ہے، اور خبردار شراب کبھی نہ پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے دل پر غفلت آ جاتی ہے اسی وجہ سے میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2361)

5۔ ریاکاری (جو ریاکاری کرتے ہیں)

وضاحت: نیکی کے کام کرنا دنیا میں عزت و توقیر کا سبب ہوتا ہے اس لیے آخرت پر یقین نہ رکھنے والا بھی یہ سارے کام ضرور کرتا ہے، مگر صرف دنیا میں عزت و نیک نامی کے لیے۔ اس کی نماز، انفاق اور دیگر نیک کاموں کا محرک یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس عمل کو دیکھیں اور اس کی تعریف کریں۔ خدا کے ہاں ایسے کاموں کا کوئی اجر نہیں۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی لوگوں کو سنانے کے لئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالی بھی اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا اور جو آدمی لوگوں کے دکھاوے کے لئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ریاکاروں کی سزا دے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2979)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (مثلاً) جس نے اللہ اور رسول کے لیے ہجرت کی ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمھاری شکل وصورت اور تمھارے مال کو نہ دیکھے گا، بلکہ تمھارے دلوں کو اور تمھارے اعمال کو دیکھے گا۔(مسلم)

6۔لوگوں کی معمولی مدد بھی نہ کرنا(اور معمولی ضرورت کی چیزیں(لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں)

وضاحت: یہ مال کی محبت کا بدترین مظاہرہ ہے کہ انسان دنیا کو دکھانے کے لیے تو خرچ کرے مگر جب یہ محرک نہ ہو تو پھر چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی دوسروں کی مدد نہ کرے۔اس کا سبب سورہ ھمزہ(104:2) میں بیان ہوا ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ مال جمع کرنے اور اسے گننے میں لگا رہتا ہے۔ایسے شخص کو اپنے مال میں معمولی سی کمی بھی بہت بری لگتی ہے۔حُب مال ہی اصل میں وہ بدترین صفت ہے جو ان تمام خصوصیات کو پیدا کرتی ہے۔

حدیث: ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال میں سے کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد۔میں نے عرض کیا کہ کونسا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے اچھا اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کے کام میں اس سے تعاون کرو یا کسی بے ہنر آدمی کے لئے کام کرو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کر سکوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو اس لئے کہ اس کی حیثیت تیری اپنی جان پر صدقہ کی طرح ہوگی۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 251)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے ہاں سالن کی ہانڈی پکے تو اسے چاہیے کہ شوربہ زیادہ کرلے، پھر اس میں سے کچھ پڑوسیوں کو بھی بھیج دے۔(طبرانی)

____

'قرآن کا مطلوب انسان'
مدنی سورتوں میں

13۔قرآن کن لوگوں کے لیے ہدایت ہے

''الف، لام، میم۔ یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس کے کتاب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے۔
ان لوگوں کے لیے جو غیب میں رہتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔
اور نماز قائم کرتے ہیں۔
اور جو کچھ ہم نے ان کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
اور ان کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو تم پر اتاری گئی ہے اور جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے۔
اور آخرت پر یہی لوگ یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (البقرۃ2:5-1)

عنوان اور مطالبات

ہم نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ ابتدا ہی میں آیت نمبر 2 میں بیان ہو گیا ہے۔ جبکہ پانچویں آیت میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ یہی لوگ دنیا کی ہدایت اور جنت کی فلاح پانے والے ہیں۔ سورہ بقرہ کی یہ آیات مدینہ میں نازل ہونے والی ابتدائی آیات میں سے ہیں جب یہود کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی گئی تھی۔ چنانچہ یہاں مطالبات اسی پس منظر میں کیے گئے ہیں۔

1۔تقویٰ (ہدایت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے)

وضاحت: تقویٰ کا لفظی مطلب بچنا ہے۔ قرآن کا مقصد چونکہ جہنم کے نقصان اور جنت کی محرومی

سے بچانا ہے اس لیے اس کی یہ دعوت صرف ان لوگوں کی سمجھ میں آسکتی ہے جو 'تقویٰ' یعنی نقصان اور محرومی سے بچنے کی نفسیات میں جی رہے ہوں۔ ایک عام انسان اپنی زندگی اسی 'تقویٰ' کے اصول پر گزارتا ہے۔ یعنی وہ ہر نقصان اور تکلیف سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کی ساری تگ و دو بھوک، پیاس، بے گھری، بے روزگاری وغیرہ سے بچنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس طرح ہر انسان اصل میں متقی ہوتا ہے۔ قرآن بس اتنا کہتا ہے کہ اپنے تقویٰ کا رخ دنیا کے ساتھ آخرت کی طرف بھی کر لو۔ یعنی آخرت کے نقصان سے بچنے کی بھی فکر کر لو۔ یہی لوگ قرآن کی اصطلاح میں متقی ہیں۔ جو لوگ ان معنوں میں متقی نہیں قرآن کا کوئی مطالبہ ان پر موثر نہیں ہوتا۔

یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ سورہ بقرہ میں چونکہ شریعت دی جا رہی ہے، اس لیے اس مقام پر بھی اور آگے اس سورت میں بے گنتی مقامات پر اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، مگر اس سے فائدہ صرف تقویٰ کی نفسیات میں جینے والے لوگ اٹھاتے ہیں۔ خوف خدا اور فکر آخرت پر مبنی تقویٰ کی اس نفسیات سے زمانہ رسالت کے یہود بھی فارغ تھے اور ایک اقلیتی گروہ کو چھوڑ کر آج کے مسلمان بھی فارغ ہیں۔

حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کو اپنی ذات سے نہ کسی گورے کے مقابلے میں بڑائی حاصل ہے نہ کسی کالے کے مقابلے میں۔ البتہ تقویٰ یعنی خوف خدا کی وجہ سے تم کسی کے مقابلے میں بڑے ہو سکتے ہو۔ (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے لیے مالداری میں کوئی حرج نہیں، اور صحت مندی صاحب تقویٰ کے لیے دولت مندی سے بھی بہتر ہے اور خوشحالی بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ (مسند احمد)

2۔غیب میں رہ کر ایمان لانا (ان لوگوں کے لیے جو غیب میں رہتے ہوئے ایمان لاتے ہیں)

وضاحت: آج کے نسلی مسلمانوں کو شائد اس قرآنی مطالبے کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائی زمانے میں ایمان لانے والوں کی یہ اہم ترین خصوصیت تھی۔ آپ کے ابتدائی مخاطبین آپ کی دعوت کے ثبوت کے لیے حسی معجزات طلب کرتے تھے۔ وہ فرشتوں کے نزول اور آسمانی نشانیوں کے ظہور کا مطالبہ کرتے تھے۔ قرآن نے یہ اصول بیان کر دیا کہ معجزات صرف نبیوں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس لیے آپ کے معاصرین کو کوئی حسی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا تاکہ بعد میں آنے والے لوگ بھی کسی معجزے کی فرمائش نہ کرسکیں۔ جو معجزہ پہلے لوگوں کے لیے حجت تھا یعنی قرآن وہی بعد میں آنے والوں کے لیے بھی ہوگا۔

اس پس منظر میں غیب میں رہ کر ایمان لانے کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کا ایمان عقلی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ قدیم انسان ہوا کو دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس کے آثار محسوس کر کے اسے مانتا تھا۔ آج کا انسان زمین کی قوت کشش کو دیکھ نہیں سکتا مگر سائنسدانوں کی تحقیق کی بنیاد پر وہ مانتا ہے کہ زمین کی ایک قوت کشش ہے۔ اسی طرح دین کا ہر ایمانی مطالبہ، جس میں انسان کو غیبی حقائق یعنی خدا، فرشتوں اور جنت وجہنم کو مان لینے کی دعوت دی جاتی ہے، قرآن عقلی بنیادوں ہی پر ثابت کرتا ہے۔

اس بات کو سمجھ لینے کے بعد جو شخص بھی قرآن پڑھے گا وہ جان لے گا کہ کیوں اللہ تعالیٰ پورے قرآن میں ایمانیات پر عقلی دلائل دیتے رہتے ہیں۔ کیوں وہ مظاہرِ فطرت اور تاریخی آثار کو بار بار لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو شخص اس پہلو سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گا وہ کبھی قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کرسکتا۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس

کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ خیر ہو چاہے شر۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ارادہ اور اس کے نفس کا میلان میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے۔ (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری، مسلم)

3۔ نماز کا قائم کرنا (اور نماز قائم کرتے ہیں)

وضاحت: نماز دین کا بنیادی مطالبہ ہے۔ یہ عام حالات میں سب سے بڑا عمل ہے، جو بندہ اپنے رب کے لیے کرسکتا ہے۔ یہ قیام، رکوع، سجود کی شکل میں عبادتِ رب اور اظہار بندگی کا خوبصورت ترین نمونہ ہے۔ جو شخص رب کی پرستش، اس کی یاد اور اس کی محبت کی اس اعلیٰ ترین سطح سے منہ موڑتا ہے وہ حدیث کے الفاظ میں گویا کہ کفر کا ارتکاب کر دیتا ہے۔ یہاں نماز کے قیام کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کہ یہود نے اپنی نمازوں کو ضائع کر دیا تھا۔ ختم نبوت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام تو فرمادیا کہ نماز کی شکل آج بھی الحمدللہ امت میں پوری طرح قائم ہے لیکن نماز کی اسپرٹ جو یاد الٰہی ہے، اس سے اکثر نماز پڑھنے والے مسلمان بھی غفلت میں رہتے ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہوگی، اور دلیل ہوگی، اور اس کے

لیے نجات کا ذریعہ بنے گی، اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی، نہ برہان اور نہ ذریعہ نجات، اور وہ بدبخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن بندہ خالص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ (مسند احمد)

4۔ انفاق (اور جو کچھ ہم نے ان کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

وضاحت: نماز کے ساتھ یہ دین کا دوسرا مطالبہ ہے جو قرآن جگہ جگہ دہراتا ہے۔ ان آیات میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ انفاق کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا انفاق اصل میں اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ہوتا ہے۔ وہ انفاق کر کے نہ اللہ پر احسان کرتے ہیں نہ اس کے بندوں پر۔ بلکہ صرف اپنا بھلا کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دست و بازو سے محنت کرے اور کمائے۔ پھر اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی پریشان حال

محتاج کا کوئی کام کر کے اس کی مدد ہی کر دے۔ عرض کیا گیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنی زبان ہی سے لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے لیے کہے۔ لوگوں نے عرض کیا، اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کم از کم) اپنے شر سے اوروں کو محفوظ رکھے (یعنی اس سے کسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچے) یہ بھی اس کے لیے ایک طرح کا صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

5۔ بلا تعصب ایمان (اور ان کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو تم پر اتاری گئی ہے اور جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے)

وضاحت: ایمان کا ایک پہلو تو اوپر بیان ہوا کہ یہ غیب میں رہ کر عقلی امکانات کی بنیاد پر بعض حقائق کو مان لینے کا نام ہے۔ اس کا دوسرا پہلو ان آیات میں خاص یہود کے پس منظر میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ ہم خدا اور نبیوں کے ماننے والے ہیں، مگر ان کتابوں کو مانتے ہیں جو انبیائے بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے برعکس یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ تعصب جمع نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ بات ثابت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں تو پھر ان پر نازل ہونے والی کتاب کو نہ ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ بندہ مومن اپنے فرقہ اور گروہ کے حق سے دلچسپی نہیں رکھتا، بلکہ خدا کے نازل کردہ حق سے دلچسپی رکھتا ہے۔ چاہے یہ حق اپنے گروہ کی طرف سے پیش ہو یا کسی اور گروہ کے کسی شخص کی طرف سے۔

حدیث: ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ جن کے لئے دوگنا ثواب ہے (ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جو اہل کتاب میں سے ہو اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 97)

6۔آخرت پر یقین (اور آخرت پر یہی لوگ یقین رکھتے ہیں)

آخرت پر یقین قرآن کی اصل دعوت ہے۔ وہ لوگوں کو خدا کے ابدی منصوبے سے روشناس کرانے آیا ہے۔یعنی اصل دنیا تو آخرت کی دنیا ہے۔ یہ دنیا تو محض امتحان ہے۔ یہاں کا ملنا کھونا، ہنسنا رونا،خوشی غم ،کامیابی ناکامی سب امتحان ہے۔اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ جس شخص کو یہ یقین نہ ہووہ کبھی قرآن کی ہدایت کونہیں پاسکتا۔شروع میں جس تقویٰ کا ذکر ہوا ہے وہ اس یقین کے بغیر کبھی پیدا نہیں ہوسکتا۔اسی لیے یہاں آخرت پر ایمان سے زیادہ یقین کا مطالبہ کیا گیا ہے۔یہی یقین پھرعمل صالح کی شکل میں ڈھل جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جوشخص اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کرنا چاہئے اور جوشخص اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہواسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جوشخص اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہواسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔(صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 178)

توھمات کی حیثیت

زید بن خالدؓ کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر اتفاق سے رات کو بارش ہوئی۔صبح کونماز کے بعد آپ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: جانتے ہو، تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ارشادہوا: اللہ نے فرمایا ہے کہ آج صبح کو میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہوکراٹھے اور کچھ کافر ہوکر، جنھوں نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل ورحمت سے ہوئی ہے، وہ میرے ماننے والے اور تاروں کے منکر ہیں اور جنھوں نے یہ کہا کہ ہم پر پانی فلاں نچھتر سے برسا ہے، وہ میرے منکر اور تاروں کے ماننے والے ہیں۔

(بخاری ، رقم846 - مسلم ، رقم231)

14۔بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد

’’بنی اسرائیل سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔
اور ماں باپ، رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔
اور لوگوں سے بھلی بات کہنا۔
اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔
پھر ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔تم نے اس کا اقرار کیا تھا تم خود اس پر گواہ ہو۔‘‘
(البقرہ2:83-84)

عنوان اور مطالبات

اللہ کا دین ہر دور میں ایک ہی رہا ہے۔اس کی اصل بنیاد ایمان واخلاق کی دعوت ہے۔یہی بات ان آیات میں بنی اسرائیل کے حوالے سے بیان کی جارہی ہے کہ ان کے سامنے بھی اصل دعوت ایمان و اخلاق ہی کی رکھی گئی تھی۔اسی عہد کو ہم نے بطور عنوان کے تجویز کردیا ہے۔اس عہد کے اہم ترین مطالبات درج ذیل ہیں۔

1۔ایک اللہ ہی کی عبادت (’’اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا)

وضاحت: توحید دین کی اصل ہے۔اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے ہر دور میں مانا ہے مگر اس کے ساتھ عبادت میں کسی نہ کسی پہلو سے دوسروں کو شریک کر دیا ہے۔لوگ بہت سی تاویلات کر کے اپنی عبادت اور محبت کا رخ غیر اللہ کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے ہاں بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی رویے سے بچنے کا ان سے عہد لیا گیا تھا۔عبادت میں صرف نماز ہی شامل نہیں بلکہ ہر نوعیت کے مراسم عبودیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنا ضروری ہے۔

حدیث: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔اس لیے کہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔(مسلم،رقم93)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک بدوی سامنے آکھڑا ہوا، اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی مہار پکڑ لی۔ پھر کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وہ بات بتاؤ جو جنت سے مجھے قریب اور آتش دوزخ سے دور کرے۔راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، پھر اپنے رفقاء کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور فرمایا کہ اس کو اچھی توفیق ملی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سائل سے فرمایا کہ: ہاں! ذرا پھر کہنا تم نے کس طرح کہا؟ سائل نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبادت اور بندگی کرتے رہو صرف اللہ کی اور کسی چیز کو اس کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرتے رہو، اور زکوۃ ادا کرتے رہو، اور صلہ رحمی کرو۔ یہ بات ختم فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی سے کہا کہ اب ہماری ناقہ کی مہار چھوڑ دو۔(مسلم)

2۔مفادات کے بغیر حسن سلوک (اور ماں باپ، رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا)

وضاحت: اس دنیا میں سب سے مشکل کام مفادات کے بغیر لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

کچھ رشتے اور تعلقات دنیا میں ایسے ہوتے ہیں، جنہیں ہماری سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، مگر بدلے میں وہ ہمیں مادی طور پر کچھ نہیں دے سکتے۔ان میں سرفہرست رشتہ بوڑھے والدین کا ہے۔والدین انسان پر سب سے زیادہ احسان کرتے ہیں، مگر ایک عمر میں آکر وہ مکمل طور پر اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ حسن سلوک قرآن کے لازمی مطالبات میں سے ایک ہے۔

اقربا کا معاملہ بھی ایسا ہے کہ ان رشتوں میں وقت اور حالات کے تحت دراڑ پڑ سکتی ہے۔مفادات الگ ہونے سے دوریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔اس کو روکنے کی واحد شکل یہ ہے کہ لوگ اقربا کے ساتھ نیکی کرنا اپنی ذمہ داری سمجھیں، چاہے ان سے کوئی مفاد وابستہ ہو یا نہیں۔اسی رویے سے معاشرتی زندگی کا سارا حسن پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کبھی اقربا سے اختلافات ہو جائیں اور احسان کا رویہ اختیار کرنا آسان نہ ہو تو کم از کم ان کے حقوق کی ادائیگی کسی صورت میں نہ روکی جائے۔

یتیم و مسکین معاشرے کے کمزور ترین طبقات ہوتے ہیں۔ان سے چونکہ قرابت کا تعلق بھی نہیں ہوتا اس لیے انہیں نظر انداز کرنا عین ممکن ہے۔ چنانچہ قرآن خاص طور پر ان کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان پر احسان نہیں بلکہ خدا کی اطاعت کا ایک لازمی تقاضہ ہے۔اس کے بغیر خدا سے محبت کا ہر دعویٰ ایک جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لیے رحم نہیں اور جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے۔(بخاری و مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔(ابن ماجہ)

زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! صدقہ اور خیرات کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ایک دوسری عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو یتیم اپنی پرورش میں ہو اس کو اگر صدقہ دے تو کفایت کرے گا یا نہیں۔ فرمایا کہ ایسے دینے میں دو ثواب ہیں ایک ثواب رشتہ داری کا اور ایک صدقہ کا۔ (بخاری)

۴۔ سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا تو صدقہ ہی ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

3۔لوگوں سے اچھی بات بولنا (اور لوگوں سے بھلی بات کہنا)

وضاحت: انسان اکثر اپنی زبان سے لوگوں کو دکھی کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک بندہ مومن سے خدا کا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی زبان سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ غیبت، بہتان تراشی، تضحیک و تذلیل، طعنہ زنی، چغل خوری، سخت کلامی جیسے رزائل تو دور کی بات ہیں، خدا کے بندوں کے منہ سے ہمیشہ لوگوں کے لیے اچھی باتیں نکلتی ہیں۔ یہ بات جس میں نہیں وہ بندہ مومن نہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی اس حکم سے نکلتی ہے کہ بندہ مومن نیکی اور خیر کی باتیں ہی دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اس کا کلام اچھائی ہی کی تلقین کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ برائی کی دعوت دینے والا۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لیے ہوتی ہے، وہ اس کا خیال نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات زبان سے لاپرواہی کے ساتھ نکالتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے۔ (بخاری)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بارے میں جن باتوں کا حضور کو خطرہ ہو سکتا ہے ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟ سفیان کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کے فرمایا: سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے۔ (ترمذی)

4۔نماز اور زکوٰۃ (اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو)

یہ دونوں مطالبات پیچھے بھی آ چکے ہیں اور قرآن مجید میں بکثرت ان کا ذکر ہے۔ سورہ بقرہ کے اس مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مطالبات کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ہر دور میں اللہ پر ایمان کا ایک لازمی تقاضہ رہے ہیں۔

حدیث: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ کے حضور میں کھڑا ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے، تو جنت اس کے لیے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون لوگ ہیں جو بڑے خسارے میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو بڑے دولت مند اور سرمایہ دار ہیں۔ ان میں سے وہی لوگ خسارے سے محفوظ ہیں جو اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (ہر طرف خیر کے مصارف میں) اپنی دولت کشادہ دستی کے ساتھ صرف کرتے ہیں۔ مگر دولت مندوں اور سرمایہ

داروں میں ایسے بندے بہت کم ہیں۔(بخاری، مسلم)

5۔جان مال آبرو کا تحفظ (پھر ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔تم نے اس کا اقرار کیا تھا، تم خود اس پر گواہ ہو)

وضاحت: انسانی جان مال اور آبرو کو اللہ تعالیٰ بیحد اہمیت دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر انسان کی جان مال آبرو اہم ہے مگر اپنے ہم مذہب، ہم قوم لوگوں کے معاملے میں اگر یہ تحفظ اٹھ جائے تو ایسا معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔اسی لیے بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ ایک دوسرے کی جان مال آبرو کے تحفظ کو یقینی بنائیں گے۔دین کا یہ مطالبہ آج کے دن تک اسی طرح باقی ہے۔کسی ذاتی، سیاسی، سماجی اور معاشی وجہ سے اس کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔جو یہ کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ کے سوا کچھ اور نہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ہی تناجش کرو (تناجش بیع کی ایک قسم ہے) اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے روگردانی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا تقویٰ یہاں ہے کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا احرام ہے اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔(کتاب صحیح مسلم جلد 3 حدیث نمبر 2044)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہو۔(ترمذی، نسائی)

15۔نیکی کیا ہے

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف،
بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے۔
اور مال کی محبت کے باوجود اسے رشتے داروں اور یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔
اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔
اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں۔
اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔''(البقرۃ 2:177)

عنوان اور مطالبات

آیت کی ابتدا ہی کو ہم نے عنوان بنالیا ہے۔سورہ بقرہ کا یہ وہ مقام ہے جہاں یہود ونصاریٰ کو دنیا کی رہنمائی کے منصب سے معزول کیے جانے کے بعد مسلمانوں کو یہ منصب تفویض کیا گیا ہے اور پھر ان کو شریعت کے احکام دیے جارہے ہیں۔اس آیت میں اصول کے طور پر یہ بیان کیا جارہا ہے کہ سابقہ امتیں شریعت کے معاملات میں ظاہر پرستی کا شکار ہوگئیں۔انہوں نے اللہ کی دی ہوئی شریعت کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ تصورات اور اعمال کو اہم تر بنادیا۔پھر ان میں اتنا غلو

کیا کہ نیکی و بدی کا معیار ہی ان کے خود ساختہ تصورات بن گئے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک اصل میں نیکی کیا ہوتی ہے۔ وہ کیا معیارات ہیں جن کی بنیاد پر ایک شخص خدا کا وفادار قرار پاتا ہے۔ چنانچہ آیت کے اختتام پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہی لوگ ایمان کے دعویٰ میں سچے ہیں اور یہی لوگ اصل میں متقی ہیں۔

1۔ظاہر پرستی کی نفی (نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کچھ ظاہری اعمال کا پابند بنایا ہے۔ مثلاً نماز توحید کے اقرار کا سب سے بڑا عملی مظہر ہے۔ تاہم مذہبی لوگ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اعمال پر مطمئن نہیں رہتے بلکہ اپنی طرف سے ان پر اضافے کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر اصل شریعت کی نہیں بلکہ اضافوں کی نفی کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا اور اس کے لیے بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا۔ لیکن ان کے لیے رب کی عبادت سے زیادہ یہ بات اہم ہوگئی تھی کہ بیت المقدس کا مشرقی حصہ قبلہ ہے یا مغربی حصہ۔ ایسے رویوں کے نتیجے میں لوگوں میں بدعات عام ہو جاتی ہیں، شریعت مسخ ہو جاتی ہے، اس کی روح اور مقاصد فراموش کر دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا سے وفاداری اور نیکی کا معیار کبھی بھی اس طرح کا ظاہر پرستانہ رویہ نہیں ہو سکتا۔

حدیث: حضرت ابو براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔ انصار جب حج کر کے واپس ہوتے تو اپنے گھروں کے دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ گھروں کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے، ایک انصاری شخص آیا اور اپنے گھر کے دروازے سے داخل ہوا تو اسے عار دلائی گئی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیکی کی بات یہ نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں میں ان کی پشت سے آؤ بلکہ نیکی یہ ہے کہ گناہ سے بچو اور تم گھروں میں ان کے

دروازوں سے آؤ۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1688)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور تمھاری صورتوں اور تمھارے صرف ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)۔

2۔ایمان باللہ اور اس کے اجزا (بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے)

وضاحت: یہاں ایمان سے مراد ایمان مفصل اور ایمان مجمل کو زبانی یاد کرنا نہیں۔ بلکہ وہ حقیقی ایمان ہے جس کے متعلق اقبال نے کہا تھا۔

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الہ الا
لغت غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

یعنی جب تک لا الہ الا اللہ سچے دل سے نہ کہا جائے ایک اجنبی زبان کا جملہ ہی رہے گا۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اسے تنہا معبود اور کارساز سمجھا جائے۔ ہر عبادت کے لیے اس کی طرف رخ اور ہر مشکل میں اسی سے مدد طلب کی جائے۔ خود کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔

ایمان اصل میں اللہ ہی پر ایمان کا نام ہے۔ باقی ایمانیات اسی کے اجزا اور فروع ہیں۔ جیسے آخرت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس امتحان میں ڈالا ہے ایک روز وہ اس کا نتیجہ بھی سنائیں گے اور اسی کی بنیاد پر ابدی جنت یا جہنم میں رہنا ہوگا۔ ملائکہ پر ایمان اس بات کا اظہار ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر چند کہ غیب میں ہیں، مگر پوری طرح دنیا کے معاملات کو اپنی گرفت میں رکھتے ہیں۔ دنیا میں صرف انہی کا حکم نافذ ہوتا ہے جس پر ایک نوری مخلوق یعنی فرشتے عملدرآمد کراتے ہیں۔ کتابوں اور انبیا پر ایمان یہ بتاتا ہے کہ باقی مخلوقات کے برعکس جو ہر حال میں ان کے حکم پر عمل کرنے کے پابند ہیں، انسانوں کو مہلت عمل دی گئی ہے

اوراس مہلت عمل میں صحیح راہ بتانے کے لیے وہ اپنی کتابیں اور نبی بھیجتے رہتے ہیں۔ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن ہے۔ جو قیامت تک اللہ کی مرضی سے انسانوں کو آگاہ کرتے رہیں گے۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور (آخرت میں) اللہ کے ملنے پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 49)

3۔اپنے مال کو دوسروں پر خرچ کرنا (اور مال کی محبت کے باوجود اسے رشتے داروں اور یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے)

وضاحت: انفاق کے بعض نئے پہلو اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ یوں تو مال ہر حال میں انسان کو محبوب ہوتا ہے مگر تنگی اور بدحالی میں یہ محبوب تر ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں انفاق زیادہ اجر کا باعث ہے۔ یعنی جتنے زیادہ مشکل حالات میں مال خرچ کیا جائے گا اتنا ہی اجر بڑھ جائے گا۔ اسی بات کی یہاں تلقین کی گئی ہے۔

اس انفاق کے سب سے زیادہ مستحق قرابت دار ہیں۔ پھر یتیم و مسکین جیسے محروم لوگ۔ مسافر چونکہ ایک نوع کی بے کسی میں ہوتا ہے، اس لیے اس پر خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے، چاہے وہ تنگدست نہ بھی ہو۔ اگر تنگدست ہونے کی صورت میں ہی مسافروں پر خرچ کرنے کی تلقین ہوتی تو مساکین سے الگ ان کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح سائلین یعنی مانگنے والوں کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔ مساکین سے الگ ان کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو

لوگ مانگ بیٹھیں تو ان کے حال کی تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کر دی جائے وگرنہ نرمی سے معذرت کر لی جائے۔ وہ جھوٹ بولیں گے تو اس کا وبال انہی پر ہوگا۔ البتہ جن لوگوں کے بارے میں صاف معلوم ہو کہ یہ پیشہ ور اور دھوکہ باز ہیں، وہ اس مد میں شامل نہیں ہیں۔ آخری چیز لوگوں کو غلامی سے چھڑانا ہے۔ آج کل کے دور میں یہ مسئلہ تو نہیں لیکن کسی شخص پر کوئی مصیبت آجائے، قرض، بیماری، حادثہ یا کسی اور نوعیت کی مشکل میں گرفتار لوگوں پر انفاق کرنا اسی مد میں شامل ہے۔

حدیث: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال میں سوائے زکوۃ کے اور بھی حق ہیں پھر آپ نے لیس البران لو لو وجوھکم الایۃ (''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے......) تلاوت فرمائی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ (ترمذی)

مرثد بن عبداللہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ قیامت کے دن مومن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔ (مسند احمد)

4۔نماز اور زکوۃ (اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے)

وضاحت: یہاں جس طور پر ان دو عظیم عبادات کا ذکر ہوا ہے۔ یعنی انفاق کے بعد زکوۃ اور ایمان کے بعد نماز کو بیان کیا گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں انہیں ایمان و انفاق کی قانونی شکل کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی نماز اللہ پر ایمان کے اظہار اور زکوۃ انفاق کی قانونی شکل ہے۔ اسی سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کے ہر ظاہری حکم کی نفی نہیں کرتے بلکہ ان اضافوں کی نفی

کرتے ہیں جو لوگ خود گھڑ لیتے ہیں۔ وگرنہ شریعت کے احکام کی پابندی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اس سے ان لوگوں کی نفی بھی مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو نماز کی کیا ضرورت ہے۔ جو قانون اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کیا ہے، اس سے کم کوئی چیز وہ قبول نہیں کریں گے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں باقی رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: جس مال میں سے زکوۃ نہ نکالی جائے اور اسی میں ملی جلی رہے تو وہ مال کو تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔ (مشکوۃ)

5۔ عہد کو پورا کرنا (اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں)

وضاحت: ایفائے عہد انسانی کردار کی اعلیٰ ترین خصوصیت ہے، جسے عام طور پر کوئی مذہبی عمل نہیں سمجھا جاتا۔ مگر ہمارا دین اسے نیکی کے لازمی مظاہر میں شامل کرتا ہے۔ ایفائے عہد کوئی معمولی شے نہیں۔ خدا اور بندوں کے سارے حقوق اصل میں اخلاقی اور قانونی نوعیت کے معاہدے ہوتے ہیں۔ اس لیے جس نے اس ایک صفت کو اختیار کر لیا وہ باقی تمام معاملات میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یہ صفت بار بار آ چکی ہے مگر یہاں اس کا یہ پہلو بہت اہم ہے کہ وہ جب عہد کر لیتے ہیں تو لازماً اسے پورا کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ باقاعدہ عہد کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی ان کے لیے ممکن نہیں۔ چاہے کتنی بھی مشقت اس کے لیے انہیں جھیلنی پڑے۔ اس کی ایک مثال صلح حدیبیہ کے موقع پر ابو جندل پر ہونے والے مظالم کے باوجود ان کو

دل پر پتھر رکھ کر کفار کے حوالے کرنے کا واقعہ ہے۔

حدیث: جس شخص میں عہد کی پاسداری نہیں اس میں کوئی دینداری نہیں ہوتی (مسند احمد، رقم 12406)

6۔ صبر (اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں)

وضاحت: ایفائے عہد کے ساتھ یہ انسانی کردار کی دوسری اعلیٰ ترین خوبی ہے۔ یہاں صبر کے تین مواقع کا ذکر ہے۔ ایک مالی تنگی، دوسرے بیماری، اور تیسرے جنگ۔ یہی تین مواقع زندگی میں مشکل ترین ہوتے ہیں۔ جو ان مواقع پر آنے والی سختیوں میں ثابت قدم رہا، کفر و شرک، نافرمانی اور بداخلاقی سے محفوظ رہا۔ نیکی اور پرہیزگاری پر قائم رہا۔ اس کے لیے بلاشبہ دنیا ہی میں جنت کی بشارت قرآن نے بار بار دی ہے۔ اور کئی جگہ جنت کو صرف اس ایک صفت یعنی صبر کا بدلہ قرار دیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے تو اللہ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔ (الطبرانی فی الاوسط)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بعض انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ طلب فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود مال ختم ہو گیا۔ تو فرمایا میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کو ہرگز تم سے بچا کر نہ رکھوں گا۔ جو شخص سوال سے بچتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے اور جو استغناء اختیار کرتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ اسے صبر دے دیتا ہے جو کچھ تم میں سے کسی کو دیا جائے وہ بہتر ہے اور صبر سے بڑھ کر کوئی وسعت نہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2417)

16۔ دنیا پرستی اور خدا پرستی کا فرق

''لوگوں کے لیے یہ مرغوبات نفس......عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں...... بڑی خوش نما بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔

حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔

اللہ اپنے بندوں کے رویّے پر گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ 'مالک! ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے۔'

یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں،

راستباز ہیں،

فرمانبردار ہیں،

اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے ہیں،

اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت چاہنے والے ہیں۔''

(آل عمران 3:17-14)

عنوان اور مطالبات

خدا نے انسان کے سامنے جو منصوبہ رکھا ہے اس میں اسے اپنی زندگی کا ایک بہت قلیل حصہ اس دنیا میں اور بقیہ ختم نہ ہونے والا حصہ آخرت میں گزارنا ہے۔ مگر بدقسمتی سے انسان اس دنیا کی زندگی کو ابدی سمجھ کر آخرت کو بھول جاتا ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی وہ کیا چیزیں ہیں جن کی محبت میں مبتلا ہو کر انسان جنت کو بھول جاتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ جنت کن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ہم نے عنوان مجموعہ آیات کے اس مقام سے اخذ کیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو چند روزہ سروسامان قرار دیا اور جو اللہ کے پاس ہے یعنی جنت اس کو زیادہ بہتر ٹھکانہ قرار دیا۔

1۔ دنیا پرستی سے بچنا (لوگوں کے لیے یہ مرغوبات نفس......عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں...... بڑی خوش نما بنادی گئی ہیں)

وضاحت: پہلا مطالبہ یہاں یہ ہے کہ انسان دنیا پرستی سے بچے۔ ان آیات میں جن مرغوباتِ نفس کا ذکر ہے وہ نزول قرآن کے وقت کے اعتبار سے ہے۔ آج کے لحاظ سے انہیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ انسان کے لیے صنفی کشش، اہل وعیال، مال ودولت، کاروبار اور جائیداد، گاڑی اور اسٹیٹس وغیرہ محبوب بنادیے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ یہ چیزیں حرام یا ناجائز ہیں۔ صرف ان کی 'تزئین' پر تنقید ہے۔ یعنی یہ چیزیں نگاہوں میں اس طرح بس جائیں کہ خدا، اس کی جنت اور اس کی رضا سے انسان غافل ہوجائے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ان چیزوں سے بڑھ کر انسان کو کوئی چیز خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ چنانچہ اس آیت کا مطالبہ ان چیزوں کو چھوڑنا نہیں، بلکہ ان میں پڑ کر غافل ہوجانے سے بچنا ہے۔

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمھیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2921)

2۔خدا کی رضا اور جنت کو مقصود بنانا (کہو: میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے)

وضاحت: ان آیات کا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ انسان ہر لحظہ یاد رکھے کہ خدا کی نظر میں یہ دنیا انتہائی حقیر اور معمولی جگہ ہے۔اصل زندگی، اصل عیش اور اصل کامیابی آخرت کی ہے جہاں نہ صرف دنیا کی ساری نعمتیں آخری درجہ میں جمع کر دی جائیں گی بلکہ وہ نعمتیں بھی دی جائیں گی جو انسان کے تصور سے باہر ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ نعمتیں رب کی رضا کے ساتھ ملیں گی۔چنانچہ رب کی رضا اور اس کی جنت کی خواہش ہی بندہ مومن کی زندگی کا مقصود ہونا چاہیے۔یہی دین کا بنیادی مطالبہ ہے جسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔جنت جن لوگوں کو ملے گی ان کی صفات آگے آ رہی ہیں۔

احادیث: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں آپ کی بارگاہ قدس میں اور ساری خیر اور بھلائی آپ ہی کے قبضے میں ہے۔پھر اللہ تعالیٰ ان بندوں سے فرمائیں گے: تم خوش ہو؟ یہ بندے عرض کریں گے: اے پروردگار! جب آپ نے ہمیں وہ کچھ نصیب فرمایا جو اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا، تو ہم کیوں راضی اور خوش نہ ہوں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا میں تمھیں اس سب سے اعلیٰ و افضل ایک چیز اور دوں؟ وہ بندے عرض کریں گے: پروردگار! وہ کیا چیز ہے جو اس جنت اور اس کی ان نعمتوں سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تم کو اب اپنی دائمی اور ابدی رضامندی اور خوشنودی کا تحفہ دیتا ہوں۔اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔(بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے، جس کے بارے میں کسی کان نے نہیں سنا ہے اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے۔تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ’’پھر جیسا کچھ آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں، ان کے لیے چھپا کر رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے‘‘۔(السجدہ32:17)(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، یہ دونوں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا جنت میں جنتیوں کو مخاطب کر کے پکارے گا کہ یہاں صحت ہی تمھارا حق ہے، اور تندرستی ہی تمھارے لیے مقدر ہے، اس لیے اب تم کبھی بیمار نہ پڑو گے اور یہاں تمھارے لیے زندگی اور حیات ہی ہے اس لیے اب تمھیں کبھی موت نہ آئے گی اور تمھارے واسطے جوانی اور شباب ہی ہے، اس لیے اب کبھی تمھیں بڑھاپا نہیں آئے گا، اور تمھارے واسطے یہاں چین اور عیش ہی ہے،

اس لیے اب کبھی تمھیں کوئی تنگی اور تکلیف نہ ہوگی۔(مسلم)

3۔تقویٰ اور **ایمان** (یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ 'مالک! ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے۔)

وضاحت: تقویٰ اور ایمان کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔البتہ یہاں یہ پہلو اضافی ہے کہ یہ دونوں مل کر ایک طرف عمل صالح میں ڈھلتے ہیں تو دوسری طرف انسان میں فخر وغرور اور غفلت و بے پروائی کے بجائے اپنے عمل کو کچھ نہ سمجھ کر رب کے سامنے گڑگڑانے کی نفسیات پیدا کرتے ہیں۔ایسا مومن اپنے اعمال کو دیکھنے کے بجائے اپنے گناہوں کی معافی اور جہنم کے عذاب سے بچنے کی فکر زیادہ کرتا ہے۔جبکہ غافل لوگ نیک عمل سے غافل رہتے ہیں اور خود کو جنت کا حقدار سمجھتے ہیں۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جہنم کی آگ سے زیادہ خطرناک چیز کوئی نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے۔اور جنت سے زیادہ عمدہ چیز نہیں دیکھی جس کا چاہنے والا بھی سو رہا ہے۔(ترمذی)

4۔صبر (یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں)

وضاحت: یہاں سے اس کردار کے نمایاں اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں جو تقویٰ و ایمان پیدا کر دیتے ہیں۔یہ چونکہ دنیا پرستی کے تقابل میں آ رہے ہیں اس لیے ان میں ایک خاص مفہوم پیدا ہو رہا ہے۔جیسے صبر یہاں خاص ان معنوں میں ہے کہ دنیوی خواہشات کو قابو میں رکھنے کے لیے صبر بنیادی صفت ہے۔اسی لیے اسے سرفہرست رکھا گیا ہے۔جو یہ نہ کرے وہ ان چیزوں ہی کو اپنا مقصود بنا لیتا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی خواہشاتِ نفسانی اس کا معبود بن جاتی ہیں،(الفرقان:43)

حدیث: عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن آدمی کا بھی عجیب حال ہے کہ اس کے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے اور یہ بات کسی کو حاصل نہیں سوائے اس مومن آدمی کے کہ اگر اسے کوئی راحت بھی پہنچی تو اس نے شکر کیا تو اس کے لئے اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس نے صبر کیا تو اس کے لئے اس میں بھی ثواب ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 3003)

5۔صدق (راستباز ہیں)

وضاحت: صدق وسچائی یوں تو ہر اعتبار سے ایک اعلیٰ صفت ہے مگر یہاں دنیا پرستی کے تقابل میں اس کا ذکر یہ واضح کر رہا ہے کہ جو شخص دنیا کو اپنا مقصود بنا لے وہ سب سے بڑھ کر سچائی کا گلا گھونٹ دینے والا بن جاتا ہے۔اس لیے کہ یہ دنیا خود ایک دھوکے کی جگہ ہے اور اس میں کامیابی کے لیے اکثر دھوکہ، جھوٹ اور دوعملی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔جس کی توقع کسی طور ایک بندہ مومن سے نہیں کی جا سکتی۔

حدیث: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور انسان لگاتار سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور تم لوگ جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کا راستہ دکھاتی ہے اور انسان لگاتار جھوٹ بولتا رہتا ہے جھوٹ بولنے کا متمنی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2142)

سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمھاری بات کو سچ سمجھے، حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی۔(ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانت دار سوداگر انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

6۔قنوت یا فرمانبرداری (فرمانبردار ہیں)

وضاحت: قنوت اصل میں رب کی بندگی کے احساس میں جینا ہے۔ اسے حاضر و ناظر جان کر اس کے سامنے جھکے رہنا ہے۔ یہی احساس انسان کو سب سے بڑھ کر نفسانی خواہشات کو معبود بنا لینے سے روک دیتا ہے۔ یہ احساس ہر نیکی کی جڑ ہے اور ہر برائی سے انسان کو بچاتا ہے۔ یہ احساس عبادات ہی میں نہیں بلکہ معاملات میں بھی انسان کو محتاط رکھتا ہے۔ ایسا مومن مسجد ہی میں نہیں بلکہ بازار اور گھر میں بھی اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرتا ہے۔ اس کی دنیا کبھی اس کی آخرت کا نقصان نہیں کرتی۔ گویا فرمانبرداری ایمان کا اصل چہرہ ہے جو عمل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر علم رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک طریقے پر ادا کرے اور زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔ (مشکوۃ)

7۔انفاق (اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے ہیں،)

وضاحت: اس کی وضاحت پیچھے ہو چکی ہے۔ مگر یہاں دنیا پرستی سے متضاد جس کردار کا یہ صفت حصہ ہے، وہاں اس کی موجودگی یہ بتاتی ہے کہ یہ بندہ اپنے پیسے سے دنیا نہیں بلکہ جنت خریدنے میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ دنیا کے لیے اتنا خرچ کرتا ہے جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت

کے لیے اتنا جتنا وہاں رہنا ہے۔

حدیث: **حضرت ابوامامہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آدم کے فرزندوں! اللہ کی دی ہوئی دولت جو اپنی ضرورت سے فاضل ہو اس کا راہ خدا میں صرف کر دینا تمھارے لیے بہتر ہے اور اس کا روکنا تمھارے لیے برا ہے، اور ہاں گزارے کے بقدر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں۔ اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔ (مسلم)

8۔تہجد میں استغفار (اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت چاہنے والے ہیں)

وضاحت: پیچھے ایمان وتقویٰ کے ذیل میں اس صفت کی وضاحت ہم نے کر دی ہے۔ یہاں اس بات کو دہرا کر یہ اشارہ دیا جا رہا ہے کہ انسان کتنی بھی کوشش کر لے یہ دنیا بہر حال انسان کو غفلت اور گناہ میں مبتلا کرتی ہے۔ سو ایک بندہ مومن کا کام یہ نہیں کہ وہ اپنے گناہوں کو معمولی سمجھے۔ بلکہ وہ اس معاملے میں اتنا حساس ہو جائے کہ خدا کے حضور معافی کے لیے ان اوقات میں حاضر ہو جس میں معافی ملنے کا سب سے زیادہ امکان ہوتا ہے۔ یعنی سحر کی وہ ساعتیں جب نہ دنیوی معاملات کی الجھنیں ہوتی ہیں، نہ بندے کے آنسوؤں کو دیکھنے والی نگاہیں اور نہ اس کی آہوں کو سننے والے کان۔ کوئی ہوتا ہے تو صرف رب کی رحمت اور اس کی مغفرت بندے کے ساتھ ہوتی ہے۔

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے، جس وقت کہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے، اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے، تو میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اسے بخش دوں۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1078)

17۔آسمان وزمین کی وسعت والی جنت کن کے لیے ہے

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو۔
اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیّا کی گئی ہے۔
اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔
دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔ یہ پرہیزگاروں کے لیے تیار ہے۔
ان کے لیے جو ہر حال میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال۔
جو غصے کو پی جاتے ہیں۔
اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں...... ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں......
اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں...... کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔
اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔
ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انھیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
کیسا اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔''، (آل عمران 3:136-130)

عنوان اور مطالبات

یہ مجموعہ آیات جنگ احد سے متعلق نازل ہونے والی آیات کے بیچ میں ہے۔ اس جنگ میں بعض مسلمانوں کی کمزوریوں کی بنا پر اہل ایمان کو وقتی شکست اٹھانی پڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شکست کے بعد نازل ہونے والی تسلی کی ان آیات میں اس کردار کی خصوصیات بیان کرنا بھی ضروری سمجھا، جو اگر ایک دفعہ پیدا ہو جائے تو ہر جنگ میں انسان فتحیاب ہوتا ہے۔ خاص کر اس جنگ میں جو انسان کو جنت کے حصول کے لیے شیطان کے خلاف لڑنی ہوتی ہے۔ یہ وہ جنت ہے جس کی وسعت کے سامنے آسمان وزمین کی وسعت کوئی چیز نہیں۔ اس جنت کے حصول پر ان آیات میں یہ کہہ کر ابھارا گیا ہے کہ دوڑو اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے۔ جنت کی اسی خصوصیت کو ہم نے عنوان بنالیا ہے۔

1-سود سے پرہیز (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو)

وضاحت: سودخوری دوسروں پر ظلم کر کے اپنا پیسہ بڑھانے کا ایک طریقہ ہے۔ ان آیات میں خدا کی جنت کے حصول پر ابھارا گیا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لیے مطلوب خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ لیکن اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ حب مال ہے، اس لیے پہلے مرحلے پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جس شخص کی زندگی کا مقصد ہر قیمت پر مال کمانا ہو وہ کبھی اس راہ کا مسافر نہیں بن سکتا۔ یہاں بلاشبہ سودخوری ہی کی ممانعت ہے، مگر آگے انفاق کے حکم کے اسلوب سے واضح ہو جائے گا کہ اصل مسئلہ حب مال کی ذہنیت کا خاتمہ ہے۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اُس کے اگر ستر حصے کیے جائیں تو سب سے ہلکا حصہ اس کے برابر ہوگا کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (ابن ماجہ، رقم 2274)

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزوں سے بچو، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔(صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 263)

2۔اللہ کا تقویٰ (اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیّا کی گئی ہے)

وضاحت: اس کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔البتہ ان آیات میں اللہ کے تقویٰ یعنی اس کے ڈر کے ساتھ اس کی آگ سے بھی ڈرایا گیا ہے۔جس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ خدا کا ڈر محض ایک اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ اس ہدایت کو نظر انداز کرنے والوں کو ایک روز جہنم کی آگ کا سامنا کرنا ہوگا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری آگ جہنم کی آگ کا سترہواں حصہ ہے۔عرض کیا یا رسول اللہ (جلانے کے لیے تو) یہی آگ کافی ہے۔فرمایا دوزخ کی آگ اس آگ سے انہتر گنا زیادہ کردی گئی ہے۔ ہر جز دنیا کی آگ کی گرمی رکھتا ہے۔(متفق علیہ)

3۔اللہ اور رسول کی اطاعت (اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا)

وضاحت: قرآن کے ان منتخب مقامات میں ہم اس کردار کو بیان کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔اس کردار کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ جب کبھی اس کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا کوئی حکم آجاتا ہے تو انسان کا سر ہر حال میں جھک جاتا ہے۔ یہاں کردار کی یہ خصوصیت سود خوری کے پس منظر میں بیان ہوئی ہے مگر مومن کے کردار کی یہ خوبی زندگی کے ہر اس موڑ پر ظاہر ہوتی ہے جہاں ایک طرف اللہ اور اس کے رسول کے احکام ہوں اور دوسری طرف اس کی خواہشات، تعصّبات یا مفادات ہوں۔ یہی رویہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ضامن ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2007)

4۔تنگی وخوشحالی میں انفاق (جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال)

وضاحت: ایک دفعہ پھر مال خرچ کرنے کو ایک مطلوب عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔انفاق کے بہت سے پہلو پیچھے بیان ہو چکے ہیں، مگر یہاں اس کا ایک خاص پہلو بیان کیا جا رہا ہے۔یعنی انفاق صرف اچھے حالات تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ تنگی کی صورت میں بھی انسان جنت کی خواہش میں اپنے مال کا ایک حصہ راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔

حدیث: حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص سے اللہ براہ راست گفتگو کرے گا۔اس وقت وہاں نہ تو اس کا کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی اوٹ ہوگی جو اسے چھپالے۔ یہ شخص اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی اسے دکھائی نہ دے گا۔ پھر بائیں طرف تاکے گا تو ادھر بھی سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی دکھائی نہ دے گا۔ پھر سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو ادھر بھی صرف دوزخ دیکھے گا۔تو اے لوگو! آگ سے بچنے کی فکر کرو، ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی دے کر سہی۔(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیام گاہ پہنچے اور دیکھا کہ ان کے پاس چھواروں کا ایک ڈھیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے آئندہ کے لیے ذخیرہ بنایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! کیا تمھیں اس کا ڈر نہیں ہے کہ کل قیامت کے دن آتش دوزخ میں تم اس کی تپش اور سوزش دیکھو۔اے بلال! جو مال پاس آئے اس کو اپنے

پر اور دوسروں پر خرچ کرتے رہو اور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو۔(البیہقی)

5۔غصے کو پی جانا (جو غصے کو پی جاتے ہیں)

وضاحت: انسان کو بار ہا ناگوار باتوں اور ناپسندیدہ چیزوں پر غصہ آجاتا ہے۔ یہ اگر کردار کی مستقل صفت بن جائے تو بہت برے نتائج پیدا کرتا ہے۔اس لیے بندہ مومن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ غصہ کے مواقع پر بھی خود کو قابو میں رکھے گا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے (جو غالباً مزاج کا تیز تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اس نے کئی بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کرو۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1069)

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے، اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے، تو جس کسی کو غصہ آئے، اسے چاہیے کہ وضو کرے۔(ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنی زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔اور جو اپنے غصے کو روکے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب کو اس سے ہٹائے گا۔اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا، خدا اسے معاف کردے گا۔(مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ نے کسی چیز کا کوئی گھونٹ ایسا نہیں پیا جو اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل ہو، جسے کوئی بندہ اللہ کی رضا کی خاطر پی جائے۔(مسند احمد)

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصے کو پی جائے جبکہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ اپنے غصے کے تقاضے کو وہ پورا کرسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے، اور اس کو اختیار دیں گے کہ حوارانِ جنت میں سے جس حور کو چاہے اپنے لیے انتخاب کر لے۔(ترمذی، ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں۔ایک یہ کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کرائے۔دوسری یہ کہ جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے۔اور تیسرے یہ کہ قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز نہ ہتھیالے جس کے لینے کا اسے حق نہیں ہے۔(مشکوۃ)

6۔لوگوں کو معاف کردینا (اور دوسروں کے قصور معاف کردیتے ہیں)

وضاحت: غصہ بلاوجہ آئے یا صرف اپنی جھنجھلاہٹ کا ایک اظہار ہو تو بلاشبہ بہت ہی بری چیز ہے۔مگر کبھی کبھار انسان کا غصہ اس لیے برحق ہوتا ہے کہ دوسروں نے واقعی غلطی کی ہوتی ہے۔مگر ایسے میں بھی دین کی تعلیم یہ ہے کہ لوگوں کو معاف کردینا بہترین عمل ہے۔یہی وہ خصوصیات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کی سند دی گئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا: اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ جو انتقامی کاروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔(مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے خادم کا قصور کتنی

دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز ستر دفعہ۔(ترمذی)

7۔فواحش اور گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ (اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہوجاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں)

وضاحت: انسان کو امتحان کے لیے اس دنیا میں پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں قدم قدم پر اس کے سامنے وہ گندگیاں آتی ہیں جو اس کے حیوانی اور نفسانی جذبات کے لیے تو بڑی پرکشش ہوتی ہیں، مگر اس کے اخلاقی وجود کو ناپاک کردیتی ہیں۔ایک مومن اس کیچڑ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، مگر کبھی کبھار اس کا پاؤں اس میں پڑ سکتا ہے۔ایک بندہ مومن اس حادثے کے بعد غافل نہیں رہتا بلکہ اس کیچڑ کو گندگی سمجھ کر فوراً توبہ کے آنسوؤں سے دھونے کی کوشش کرتا ہے۔جو شخص فواحش اور گناہوں کی گندگیوں کو گندگی نہ سمجھے وہ کبھی مومن نہیں ہوسکتا۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا جنگل میں کھویا ہوا اونٹ اسے پھر دوبارہ مل جائے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1236)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں اللہ کی طرف پلٹ آئے اور دن میں وہ ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے، حتیٰ کے سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔(مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ مجھے دیکھو! میں دن میں سو سو بار اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔(مسلم)

8۔گناہ پر اصرار سے بچنا (اور وہ دیدہ ودانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے)

وضاحت: جنت کے حصول کے لیے گناہ پر توبہ ہی کافی نہیں بلکہ اس راستے کو بھی بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے جو انسان کو گناہ کی سمت لے جاتا ہے۔ جو یہ نہ کرے وہ بار بار گناہ کرتا رہتا ہے۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کبھی توبہ کی توفیق اگر نصیب ہوگئی تھی تو وہ بھی چھن جاتی ہے اور پھر انسان گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اگر اسے ترک کردے یا استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ گناہ کرے تو سیاہی بڑھا دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ ران ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (کلا بل ران علی قلوبھم ماکانوا یکسبون ،المطففین 83:14) یعنی ہرگز نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے) میں کیا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1285)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ مجھے اپنے ان بندوں میں سے کردے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور ان سے جب کوئی غلطی اور برائی سرزد ہوجائے تو تیرے حضور میں استغفار کریں۔(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کر لینے والا گنہگار بندہ بالکل اس بندے کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔(ابن ماجہ)

18۔عقلمندوں کا رویہ

’’زمین اور آسمانوں کی پیدائش اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان عقلمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو:

اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔

اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں۔

(وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی، پس اے ہمارے آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انھیں دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوند، جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے کیے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔‘‘ (آل عمران 3:190-194)

عنوان اور مطالبات

یہ عنوان پہلی ہی آیت میں بیان ہوگیا ہے۔ اس میں خدا اور آخرت کی معرفت میں جینے والوں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ یہ مومنانہ کردار کے اعلیٰ ترین اوصاف ہیں۔ ان کے بغیر کبھی کوئی سچی دینداری وجود میں نہیں آسکتی۔

1۔کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کی یاد (اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں)

وضاحت: کائنات میں موجود نعمتیں انسان کو ہر لمحہ رب کی یاد دلاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن، خون کی گردش، سانس کی ڈوری لمحہ لمحہ اسے یاد دلاتے ہیں کہ وہ پل رہا ہے اور کوئی اسے پال رہا ہے۔ اس کی غذا، پانی، ہوا، اہل وعیال کی نعمتیں، انفس و آفاق کی ہر ہر نشانی میں موجود ربوبیت کے آثار کبھی اسے خدا سے بے تعلق نہیں رہنے دیتے۔ ایسا بندہ ہمیشہ رب کی یاد میں جیتا ہے۔ اس کا سب سے اعلیٰ نمونہ تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ کی دعائیں اس کیفیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ یہی ہر مسلمان کے لیے بہترین ماڈل بھی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کے کچھ بندگان خدا، اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہوجاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندہ کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے۔ اور میں بالکل اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا۔ اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔ (بخاری، مسلم)

2۔ کائنات پر غور وفکر (اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں)

وضاحت: سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کے ضمن میں ہم نے بیان کیا تھا کہ ایمان غیب میں رہ کر لایا جاتا ہے مگر یہ علم وعقل پر مبنی ہوتا ہے تعصّبات پر نہیں۔ ایک بندہ مومن عقلی وجود ہوتا ہے۔ وہ اپنے گرد موجود وسیع وعریض کائنات سے بے نیاز ہو کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ جب جب وہ اس کائنات، زمین وآسمان، ان کی پیدائش اور ساخت اور اپنے لیے ان میں موجود رحمت و برکت کے سلسلے کو دیکھتا ہے تو بے اختیار اسے خدا یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ دیکھتا ہے کہ دن ورات کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ مگر ہر صبح اور ہر شام اسے موت سے قریب کر رہی ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ اس انتہائی بامعنی کائنات میں گزرتے صبح وشام اسے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے پاس مہلت عمل ختم ہو رہی ہے۔ جس رب نے اسے اتنی نعمتیں دی ہیں، ایک روز اس کے حضور پیش ہو کر اسے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ چنانچہ دعا وآہ وزاری کی ایک کیفیت بے اختیار اس پر طاری ہوتی ہے۔ اس کا غور وفکر اسے خدا کی یاد اور آخرت کی پیشی کی اس نفسیات میں زندہ رکھتا ہے۔

حدیث: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ایک رات رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ہاں تھے

جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو آپ عبادت کے لیے اٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی کہ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (آل عمران 190) (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1147)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بستر پر چت لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کو منہ تھا۔ اچانک اس کی نظر آسمان اور ستاروں پر پڑی۔ تو اس نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرا ایک مالک اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے۔ اللہ نے اس کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائی اور بخش دیا۔ (ابن حبان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلق میں غور کرو، خالق (کی ذات) میں غور نہ کرو کیونکہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (بحوالہ ایضاً)

3۔ دعا وآہ وزاری (اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے، تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت ورسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا...... بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے)

وضاحت: بندہ مومن کا کائنات پر غور وفکر اسے یاد دلاتا ہے کہ کائنات بے حد وحساب ہے اور اس کی زندگی محدود۔ موت ایک روز آ کر زندگی کی ساری معنویت کو ختم کر دے گی۔ اس کی عقل اسے یہ بتاتی ہے کہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ وہ جان لیتا ہے کہ یہ کائنات اس کے قبرستان کے طور پر نہیں بنائی گئی بلکہ اس کے ابدی گھر کے طور پر بنائی گئی ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی، زندگی نہیں امتحان ہے۔ زندگی تو آخرت میں شروع ہوگی۔ ایسے مومن بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ اے رب تو ہمیں اس زندگی کے خسارے اور رسوائی سے بچا لے۔ ہمارا واحد کارنامہ یہ ہے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا اور صرف عقلی بنیادوں پر تیرے آثار دیکھ کر ایمان لے آئے۔

ہمارے ماضی میں جو گناہ ہم سے ہوئے ہیں انہیں معاف کردے۔حال میں جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کردے اور آنے والے کل میں اپنے وفاداروں کے ساتھ ہمارا انجام فرما۔ جنت کے جو وعدے تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے اور ہم نے بن دیکھے انہیں مان لیا ،ان وعدوں کو ہم سے پورا کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیا میں تو ہم تیرے نافرمانوں کی مخالفت مول لے لیں اور کل قیامت کے دن اپنی کمزوریوں کی بنا پر ہم تیری گرفت میں آجائیں۔ اس لیے اس روز ہمارے گناہوں کی بنا پر ہمیں رسوا مت کردیجیو۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک آدمی کسی گناہ یا قطع رحمی اور دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے اس وقت تک بندہ کی دعا قبول کی جاتی رہتی ہے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہے میں نے دعا مانگی تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میری دعا قبول ہوئی ہو۔ پھر وہ اس بات سے ناامید ہو کر دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2439)

حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عین عبادت ہے۔(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اور اللہ کو سوالوں

اور دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اس سے عافیت کی دعا کریں۔(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے۔ اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کرو۔(ترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے پروردگار میں بدرجۂ غایت حیا اور کرم کی صفت ہے۔ جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ ان کو خالی واپس کرے۔(ترمذی، ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں وہ عمل بتاؤں جو تمھارے دشمنوں سے تمھارا بچاؤ کرے اور تمھیں بھرپور روزی دلائے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات میں اور دن میں، کیونکہ دعا مومن کا خاص ہتھیار یعنی اس کی خاص طاقت ہے۔(مسند ابویعلیٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا اور عطا فرمائے گا، اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل اللہ سے غافل اور بے پرواہو۔(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی یہ چاہے کہ پریشانی اور تنگی کے وقت اللہ اس کی دعا قبول فرمائے، تو اس کو چاہیے کہ عافیت اور خوشحالی کے زمانہ میں دعا زیادہ کیا کرے۔(ترمذی)

19۔شیطان کن کا ساتھی اور کن کا نہیں

''اورتم سب اللہ کی بندگی کرو،اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ بناؤ۔

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ،اور پڑوسی رشتہ دار سے،اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے،اوران لونڈی غلاموں سے جوتمہارے قبضہ میں ہوں،احسان کا معاملہ رکھو۔

بے شک اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پسندنہیں کرتا جوتکبر کرنے والا ہواوراپنی بڑائی پر فخر کرے۔

اورایسے لوگ بھی اللہ کو پسندنہیں ہیں جوکنجوسی کرتے ہیں اوردوسروں کوبھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں۔

اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اورایسے ناشکرے لوگوں کے لیےہم نے رسوا کن عذاب مہیّا کررکھا ہے۔

اوروہ لوگ بھی اللہ کوناپسند ہیں جواپنے مال محض لوگوں کودکھانے کے لیےخرچ کرتے ہیں اوردرحقیقت نہ اللہ پرایمان رکھتے ہیں نہ روزآخرپر۔سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔''(النسا4:38-36)

عنوان ومطالبات

سورہ نسا میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی سے متعلق احکام دیے گئے ہیں ان احکام کے

خاتمے پرفوراًہی اس کردار کا بیان ہے جواصل میں مطلوب ہے۔آخر میں کچھ رذائل کا ذکر ہے اور یہ بتادیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں یہ رذائل ہوں گےان کا ساتھی دراصل شیطان ہوتا ہے۔اسی کو ہم نے سرعنوان بنالیا ہے۔

1۔اللہ کی عبادت کرنا اورشرک سے بچنا(اورتم سب اللہ کی بندگی کرو،اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ بناؤ)

وضاحت: تنہا اللہ ہی کی عبادت کرنا اورشرک سے پرہیز یہی اصل دین ہے۔یہاں اللہ کی بندگی کا یہ مطالبہ بہت سے دیگر مطالبات کے ساتھ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان پرسب سے بڑا حق اس کے پروردگار کا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سب سے بڑے محسن ہیں۔انسان کے پاس جو کچھ ہے سب اللہ کی عطا ہے۔ان مہربانیوں کے جواب میں جو بہترین چیز انسان کے پاس اللہ کو دینے کے لیے ہے وہ بندگی کا نذرانہ ہے۔مگر افسوس کہ انسان اپنی اس قیمتی متاع کوغیراللہ کی نذر کردیتا ہے۔

حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں (ایک سفر میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پرسوار تھا جس کا نام عفیر تھا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے اپنے بندوں پرکیا حقوق ہیں؟ اور بندوں کے اللہ پرکیا حق ہیں؟ میں نے کہا: اللہ اوراس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ کا بندوں پرحق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوبھی شریک نہ بنائیں،اور بندوں کا اللہ پرحق یہ ہے کہ جواس کے ساتھ کسی چیزکوشریک نہیں بناتے انہیں عذاب نہ دیں۔میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اس بات کی لوگوں کواطلاع نہ دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کومت بتاؤ وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔(صحیح البخاری،الجہادوالسیر،باب اسم الفرس والحمار،حدیث2856)

2۔انسانوں کے ساتھ حسن سلوک (ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو)

وضاحت: اس آیت میں والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسی اجنبی اور قرابت دار پڑوسی، رفیق سفر، مسافر، غلام سے حسن سلوک کی ہدایت ہے۔اس حسن سلوک میں ادائے حقوق، ان لوگوں پر خرچ کرنا، اچھی طرح گفتگو اور معاملہ کرنا سب شامل ہیں۔ان تعلقات میں سے بیشتر پر ہم پیچھے گفتگو کر چکے ہیں۔جو نئے تعلقات مذکور ہیں ان میں سب سے زیادہ نمایاں ذکر پڑوسیوں کا ہے۔

انسان اپنی زندگی گھر والوں کے علاوہ سب سے زیادہ پڑوسیوں کے ساتھ گزارتا ہے۔ان کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ایک رشتہ دار پڑوسی جس سے دوہرا تعلق ہو جاتا ہے۔دوسرا وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو اور تیسرا عارضی پڑوسی جو رفیق سفر ہو یا رفیق مجلس یا کہیں اور ملنے والا ہم نشین، ان سب کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ہے۔جو شخص پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنے کے بجائے انہیں ایذا دے وہ بدترین شخص ہے۔

اس آیت میں لونڈی غلاموں سے حسن سلوک کا بھی ذکر ہے۔زمانہ قدیم میں غلامی کا رواج تھا، اس لیے دین نے لونڈی غلاموں کو بھی حسن سلوک کا مستحق قرار دیا۔دور جدید میں گھریلو ملازم، دفتر اور دکان میں کام کرنے والے ماتحت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا۔پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے۔(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جبرائیل امین مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنا دیں گے۔(متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہے، بھوکا رہے۔(مشکوۃ)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب تو شوربا پکائے تو کچھ پانی زیادہ کر دے اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کر۔(مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ ایک بکری کی کھری ہی کیوں نہ ہو۔(بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرے دو پڑوسی ہیں تو ان میں سے کس کے ہاں ہدیہ بھیجوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پڑوسی کے ہاں جس کا گھر تیرے گھر سے زیادہ قریب ہو۔(بخاری)

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: فلاں عورت بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتی، نفل روزے رکھتی اور صدقہ کرتی ہے اور اس لحاظ سے وہ مشہور ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گی۔اس آدمی نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں عورت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نفل روزے کم رکھتی ہے اور بہت کم نفل نماز پڑھتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ جنت میں جائے گی۔(مشکوۃ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا، وہ دو پڑوسی ہوں گے۔(مشکوۃ)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ اور اگر وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو، اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو، اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو، اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے، اور تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے باعث ایذاء نہ ہو الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو۔(طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہو اور وہ سب سے کم درجے کا پڑوسی ہے، اور دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہوں اور تیسرا وہ جس کے تین حق ہوں، ایک حق والا وہ مشرک پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہ ہو۔ دو حق والا وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلم بھی ہو۔ اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے ہوگا اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔ اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو، مسلم بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو۔ تو اس کا ایک حق مسلمان ہونے کا ہوگا، دوسرا حق پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔(مسند بزار)

3۔تکبر(بے شک اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور رہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے)

وضاحت: لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں جو ذہنیت سب سے بڑھ کر رکاوٹ ڈالتی ہے وہ یہ کہ انسان اپنے مال و مقام کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے۔ دوسروں پر احسان وہ کرتا ہے جو رب کی بڑائی میں جیتا ہے۔ اپنی بڑائی میں جینے والا نہ رب کا شکر گزار ہوتا ہے اور نہ بندوں کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں پر احسان تو کیا کرے گا، وہ متکبرانہ باتوں سے دوسروں پر دھونس جماتا اور ان کے دل زخمی کرتا ہے۔ اپنی بڑائی کے محل میں جینے والے ایسے شیخی خورے لوگ خدا کو سخت ناپسند ہیں۔

حدیث: عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور کوئی ایسا آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔(کتاب صحیح مسلم جلد 1 حدیث نمبر 267)

4۔بخل کرنا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا (اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں)

وضاحت: شیخی خورے لوگ بہت بخیل بھی ہوتے ہیں۔ کسی ضرورتمند پر خرچ کرنا ان کے لیے سزا سے کم نہیں ہوتا۔ اپنے اس پست کردار کو چھپانے کے لیے یہ لوگ دوسروں کو بھی انفاق سے روکتے ہیں۔ کیونکہ دوسروں نے خرچ کرنا شروع کر دیا تو یہ نکو بن جائیں گے اور یہ ان شیخی خوروں کو گوارا نہیں ہوتا۔ ایک بندہ مومن نہ تو متکبر ہو سکتا ہے اور نہ بخیل۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں پر کوئی صبح نہیں آتی، مگر اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخل کرنے والے کو تباہی عطا

کر۔(صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1356)

5۔اللہ کی نعمتوں کو چھپانا(اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ایسے ناشکرے لوگوں کے لیے ہم نے رسواکن عذاب مہیّا کر رکھا ہے)

وضاحت: یہ اس کردار کی ایک اور خصوصیت ہے کہ جب کوئی ایسی مد سامنے آجائے جہاں نہ دوسروں کو انفاق سے روک سکیں اور نہ خود اپنا عدم اطمینان ظاہر کر سکیں تو اپنے مسائل کا رونا شروع کر دیتے ہیں۔ذمہ داریوں، اخراجات، نقصانات اور پریشانیوں کی ایک نئی داستان، یہ لوگ ہر اس موقع پر گھڑ لیتے ہیں جب انفاق کا موقع آجائے۔جو شخص اللہ کے فضل کو چھپا کر مسائل کا دُکھڑا روتا رہے، وہ خدا کی نظر میں سخت ناشکرا ہوتا ہے۔اور ایسے لوگوں کا انجام ایک رسواکن عذاب کے سوا اور کچھ نہیں۔تاہم بہت سے لوگوں کے ہاں یہ نیت کی خرابی سے زیادہ یہ ایک فطری کمزوری ہوتی ہے، انہیں اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

حدیث: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اظہار پسند کرتا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 723)

ابوالاحوص تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد (مالک بن فضلہ ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بہت معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ مال ودولت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں (اللہ کا فضل ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کس نوع کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ نے ہر قسم کا مال دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائے بیل بھی ہیں، بھیڑ بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، غلام باندیاں بھی ہیں۔آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے تم کو مال و دولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کے انعام واحسان اور اس کے فضل وکرم کا اثر تمھارے اوپر نظر آنا چاہیے۔(مسند احمد۔سنن نسائی)

6۔ریا کاری(اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روزآخر پر۔سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی)

وضاحت: یہ اس کردار کی ایک اور خصوصیت ہے۔یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرنا۔ریا کاری یوں تو ہر مقام پر بدترین جرم ہے لیکن تکبر، شیخی خوری، بخل اور ناشکری کے اس مجموعے میں تو یہ سونے پر سہاگہ ہوتی ہے۔جس کردار کا اوپر ذکر ہو رہا ہے وہ جب خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو اس کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے داد وصول کرنی اور واہ واہ سمیٹنی ہے۔اپنے عمل سے یہ لوگ بتا دیتے ہیں کہ انہیں نہ رب سے دلچسپی ہے نہ آخرت کی کامیابی سے۔یہی وہ لوگ ہیں جو شیطان کے رفیق کار ہوتے ہیں۔خدا تو ان کے اس خرچ کو قبول نہیں کرتا۔کوئی اگر اس کی داد دیتا ہے تو یہی ان کا دوست، شیطان دیتا ہے۔ان کا انجام بھی قیامت کے دن شیطان کے ساتھ جہنم کی آگ میں ہوگا۔

حدیث: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ خیرات کیا اس نے شرک کیا۔(مسند احمد)

محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ 'شرک اصغر' کا ہے۔بعض صحابہ نے عرض کیا: یارسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ''ریا''۔ (مسند احمد)

ابو سعید بن ابی فضالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، سب آدمیوں کو جمع کرے گا تو ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللہ کے لیے کیا کسی اور کو بھی شریک کیا تھا وہ اس کا بدلہ اسی دوسرے سے جا کر طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: قیامت کے دن تین آدمیوں کا فیصلہ سب سے پہلے سنایا جائے گا...... (ان میں سے) تیسرا آدمی وہ ہوگا جسے اللہ نے دنیا میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسے شخص کو خدا کی جناب میں پیش کیا جائے گا اور وہ اسے اپنی سب نعمتیں بتائے گا۔ وہ ساری نعمتوں کا اقرار کرے گا کہ ہاں! یہ سب نعمتیں اسے دی گئی تھیں۔ تب اس سے اس کا رب پوچھے گا: میری نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کیے؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا، ان سب راستوں میں، میں نے تیری خوشنودی کے لیے خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا: جھوٹ کہا تو نے۔ یہ سارا مال تو نے اس لیے لٹایا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ سو! یہ لقب دنیا میں تجھے مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے لے جا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

20۔ جنت کے خریداروں کی صفات

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے۔

اس کی بندگی بجالانے والے۔

اس کی تعریف کے گن گانے والے۔

اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے۔

اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے۔

نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے۔

اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و فروخت کا یہ معاملہ کرتے ہیں) اور اے نبی ان مومنوں کو خوشخبری دے دو۔''

(التوبہ 9:111-112)

عنوان و مطالبات

جنت ایک مومن کی زندگی کا نصب العین ہوتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اہل ایمان کو جنت ایک معاہدے کی صورت میں بیچ دی ہے۔اس سودے میں اہل ایمان سے جو مطالبات کیے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ جہاد (وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں)

وضاحت: جہاد شریعت اسلامی کا ایک عظیم اور ابدی حکم ہے۔قرآن میں جگہ جگہ اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔تاہم جہاد میں انسانی جان لینے اور دینے کی نوبت آتی ہے۔اس حکم کو حدود و قیود کے ساتھ بیان نہ کیا جائے تو بدترین فساد پیدا ہوسکتا ہے۔اس لیے قرآن حکیم نے جہاد کے فضائل کے ساتھ اس کے قانون اور اس حوالے سے عائد ہونے والے پابندیوں کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ان آیات میں جہاد کی فضیلت کے ساتھ دو اہم ترین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایک یہ کہ یہ فضیلت ان لوگوں کو ملے گی جن کا جہاد اپنی قوم، اپنے گروہ، اپنے تعصّبات اور کسی قوم کی دشمنی کے بجائے خالص اللہ کی رضا کے لیے اور اس کی راہ میں ہوتا ہے۔دوسری اہم حقیقت یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ جہاد ہمیشہ دوطرفہ میدان جنگ میں ہوتا ہے جہاں دونوں فریق ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوتے ہیں۔ایسے میں لوگ مرتے بھی اور مارتے بھی ہیں۔کسی نہتے شخص کو قتل کرنا جو پرامن ہو اور جنگ میں شریک نہ ہو کسی صورت میں جہاد نہیں ہے۔اس پر کسی فضیلت کا تو کیا سوال ہے بلکہ وہ ساری وعیدیں اس پر لاگو ہو جائیں گی جو پیچھے انسانی جان کی حرمت کو پامال کرنے والے شخص کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ان میں ابدی جہنم کی سزا بھی شامل ہے۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

پر ایمان لانا، کہا گیا کہ پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا کہ اس کے بعد کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج مبرور (مقبول حج)۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 25)

حدیث: ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کوئی مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے لڑتا ہے، کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، فرمائیے کہ ان میں سے کس کی لڑائی اللہ کی راہ میں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ کی راہ میں لڑائی تو صرف اس کی ہے جو محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے میدان میں اترے۔(بخاری، رقم 2810)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں اس کی تمنا کی، تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔(مسلم)

2۔توبہ کرنے والے (اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے)

وضاحت: توبہ کو یہاں اہل ایمان کا ایک مستقل وصف قرار دیا گیا ہے۔جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا نہیں کہ بندہ مومن کبھی غلطی نہیں کرتا بلکہ جب کبھی اس پر غفلت یا بھول طاری ہوتی ہے وہ فوراً رجوع کرتا ہے۔اسی طرح اس کے نیک اعمال بھی اسے مغرور نہیں کرتے بلکہ خدا کی عظمت کے احساس سے اسے اپنا ہر عمل اتنا حقیر لگتا ہے کہ وہ مسلسل نیکیاں کرتا ہے اور پھر بھی توبہ کرتا رہتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔اللہ کی قسم اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے کوئی اپنی گمشدہ سواری کو جنگل میں پا لینے سے خوش

ہوتا ہے۔اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2455)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی خطا کار ہے اور خطا کاروں میں وہ بہت اچھے ہیں جو (خطا وقصور کے بعد) مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ کی طرف رجوع ہو جائیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

3۔عبادت گزار(اس کی بندگی بجالانے والے)

وضاحت: خدا کے دین کی مدد کرتے ہوئے ایسا نہیں ہوتا کہ بندہ مومن اس کی عبادت سے غافل ہو جاتا ہے۔بلکہ عبادت گزاری کا عنصر اور بڑھ جاتا ہے۔وہ فرض عبادات تک محدود نہیں رہتا بلکہ نوافل کی بھی کثرت اختیار کرتا ہے۔یہی چیز عبادت گزاری کو اس کی زندگی کا مستقل وصف بنا دیتی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے سایہ میں لے گا جس دن کہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، امام عادل اور وہ جوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی راہ میں صرف کی ہو اور وہ مرد جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے اور وہ دو آدمی جو آپس میں خدا کے لئے محبت کریں اور وہ جسے کوئی منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ جو پوشیدگی سے اس طرح صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1711)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جن کی طرف دیکھ کر اللہ خوش ہوتا ہے۔ایک اس آدمی کو دیکھ کر جو رات

میں اٹھ پڑتا ہے۔دوسرے ان لوگوں کو دیکھ کر جو نماز میں صف بند ہوتے ہیں۔تیسرے ان لوگوں کو دیکھ کر جو دشمن کے مقابلے میں لڑنے کے لیے صفیں قائم رکھتے ہیں۔(بحوالہ ایضاً)

4۔حمد اور شکر گزار(اس کی تعریف کے گن گانے والے)

وضاحت: بندہ مومن خدا کے دین کی مدد میں اپنا جان مال سب لگا دیتا ہے، مگر یہ اس کے لیے نقصان کا نہیں بلکہ فائدے کا سودا ہوتا ہے۔چنانچہ وہ ہر دم رب کی حمد وثنا بیان کرتا ہے۔یہ حمد وثنا اور شکر گزاری جنت کی نعمتوں پر بھی ہوتی ہے، دین کی خدمت کی توفیق پر بھی اور دنیا میں ملنے والی مادی نعمتوں پر بھی۔مومن نہ ناشکرا ہوتا ہے نہ نعمتوں میں پڑ کر غافل ہونے والا۔

حدیث: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر کرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔(سنن ابوداود حدیث نمبر 2774)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا مال بہتر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مال اللہ کو یاد کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور مومن بیوی ہے جو اسے اس کے ایمان میں مدد دے۔
(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1037)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم نے آپ کو تر وتازہ کھجوریں کھلائیں اور ٹھنڈا پانی پلایا۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔(مسند احمد)

5۔'سیاحت' کرنے والے(اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے)

وضاحت: سیاحت کے لفظی معنی زمین پر چلنے پھرنے کے ہیں۔لیکن یہاں مراد اللہ کی رضا کے حصول اور اس کے دین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں۔اس میں وہ تمام سرگرمیاں

شامل ہیں جو مومن اپنی اصلاح، دین کو سمجھنے سمجھانے، اسے پھیلانے کے لیے کرتا ہے اور اس میں اپنا آرام وراحت قربان کر دیتا ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صبح کو راہ خدا میں نکلنا یا ایک شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم راہ خدا میں چلنے سے گرد آلود ہوئے ہوں، پھر ان کو دوزخ کی آگ چھو سکے۔ (بخاری)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین جب شروع ہوا تو وہ غریب (لوگوں کے لیے اجنبی اور کسمپرسی کی حالت میں) تھا۔ پس شادمانی ہو غرباء کے لیے اور (غربا سے مراد) وہ لوگ ہیں جو اس فساد اور بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کریں گے جو میرے بعد میرے طریقہ میں لوگ پیدا کریں گے۔ (ترمذی)

6۔ رکوع وسجدہ کرنے والے (اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے)

وضاحت: اوپر عبادت گزاری کے بعد یہاں رکوع وسجدہ کی تعبیر خاص طور پر نفل اور تنہائی میں پڑھی جانے والی نمازوں کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ اس سے ان نمازوں کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سردار حاملین قرآن اور نماز شب ادا کرنے والے ہیں۔ (البیہقی)

7۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے (نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے)

وضاحت: اوپر بیان کردہ زیادہ تر خصوصیات اپنی ذات سے متعلق تھیں، مگر اس صفت کا تعلق

دوسروں سے ہے۔ یعنی یہ لوگ خود نہ صرف جنت میں جانا چاہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس میں لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے لوگوں کو نیکی ومعروف کی تلقین اور منکرات سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی قوم میں کوئی آدمی ہو جو ایسے اعمال کرتا ہو جو گناہ اور خلاف شریعت ہیں اور اس قوم اور جماعت کے لوگ اس کی قدرت اور طاقت رکھتے ہوں کہ اس کی اصلاح کر دیں اور اس کے باوجود اصلاح نہ کریں تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے کسی عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ (ابی داؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو ان کے علما نے انہیں روکا، لیکن وہ نہیں رکے، تو ان کے عالم ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ جب ایسا ہوا تو اللہ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیے اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہ لسلام کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اسی میں بڑھتے چلے گئے۔ حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائیوں سے روکتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ظالم کو حق پر جھکاؤ گے۔ اگر تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو تم سب کے دل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے اور پھر اللہ تمھیں اپنی رحمت اور ہدایت سے دور پھینک دے گا۔ جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے معاملہ کیا۔ (مشکوۃ)

8۔ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کو بہت سی حدود کا پابند کیا ہے۔ان کا ذکر منکرات کے عنوان سے پیچھے گزرا ہے۔اسی طرح انہوں نے ایک شریعت دی ہے، جس میں زندگی کے بعض معاملات کے بارے میں کچھ حدود کا پابند کیا ہے۔ایک مومن ہمیشہ ان حدود کا پاس رکھتا ہے اور ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

''حدود کی حفاظت'' کا یہ وہ عظیم حکم ہے جو اس پوری شریعت اور اس کے تمام احکام کا احاطہ کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے۔تاہم شریعت کے بیشتر قانونی احکام علی الاطلاق نہیں بلکہ اکثر حالات واحوال کے لحاظ سے فرض ہوتے ہیں۔تاہم جب جب بندہ مومن کے سامنے شریعت کا کوئی بھی مطالبہ آتا ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سمجھ کر اس کا سر جھک جاتا ہے۔

حدیث: نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی ظاہر ہے) اور دونوں کے درمیان میں شبہ کی چیزیں ہیں کہ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچے اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو شخص شبہے (کی چیزوں) میں مبتلا ہو جائے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کہ جانور شاہی چراگاہ کے قریب چر رہا ہو جس کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک دن اس کے اندر بھی داخل ہو جائے (لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، خبردار ہو جاؤ! کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے، سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 51)۔

21۔مغفرت اور اجر کا وعدہ کن لوگوں کے لیے ہے

''بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں،
مومن ہیں،
فرمانبردار ہیں،
راست باز ہیں،
صابر ہیں،
اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں،
صدقہ دینے والے ہیں،
روزہ رکھنے والے ہیں،
اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں،
اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیّا کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب 35:33)

عنوان ومطالبات

اس مجموعہ آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے حاملین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔یہی عنوان ہم نے تجویز کر دیا ہے۔یہاں ہر صفت میں عورتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اس کا سبب یہ نہیں کہ باقی جگہ عورتیں شامل نہیں ہوتیں۔سورہ احزاب کی ان آیات سے

بالکل قبل چونکہ خاص ازواج مطہرات مخاطب تھیں، اس لیے اس آیت میں خواتین کا ذکر خاص طور پر کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں منافقین کی فتنہ انگیزیوں کا بہت ذکر ہے۔ اس پس منظر میں یہ صفات ایک منافق کے برعکس ایک خالص مسلمان کے کردار کا بیان ہیں۔ یہ صفات درج ذیل ہیں۔

1۔اسلام (بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں)

وضاحت: اسلام کی اصل اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے۔ جنت کے حصول کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان کا اختیار خود پر سے ختم ہو جائے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں یہ دیکھے کہ رب کی مرضی کیا ہے۔ خدا کی مرضی کو اب قیامت تک کے لیے مذہب اسلام ہی کے ذریعے سے جانا جا سکتا ہے، اس لیے اس کی تعلیمات کو اختیار کرنا اور اللہ و رسول کے ہر حکم کے سامنے جھک جانا ہی اس صفت میں مطلوب ہے۔ اس اطاعت کا سب سے بڑا اظہار اللہ کی عبادت کا وہ نظام ہے جو دین اسلام میں قائم کیا گیا ہے۔

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، یکایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور نماز پڑھو اور فرض زکوۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 49)

2۔ایمان (مومن ہیں)

وضاحت: مومن دنیا میں اپنا اظہار اسلام کے ذریعے سے کرتا ہے، لیکن اس کی یہ اطاعت مجبورانہ نہیں ہوتی بلکہ کچھ اصولوں اور کچھ معتقدات کے تحت ہوتی ہے۔ یہی ایمانیات ہیں۔ ان

ایمانیات کی وضاحت پیچھے جگہ جگہ ہو چکی ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرائیلؑ تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ خیر ہو چاہے شر۔ (مسلم)

3۔قنوت یا فرمانبرداری (فرمانبردار ہیں)

4۔صدق وسچائی (راست باز ہیں)

5۔صبر واستقامت (صابر ہیں)

ان تینوں صفات پر عنوان نمبر 16 میں ''دنیا پرستی اور خدا پرستی کا فرق'' کے تحت تفصیلی بات ہو چکی ہے۔ تاہم یہاں اہم بات یہ ہے کہ ایک منافق دنیا کو دکھانے کو ایمان و اسلام کا کسی درجہ میں مظاہرہ کر دیتا ہے، مگر یہ صفات ایک منافق میں بالکل موجود نہیں ہوتیں۔ ان صفات کا خلاصہ یہ ہے کہ سچا مومن سرکش نہیں بلکہ حکم الٰہی کے سامنے سر جھکانے والا اور اطاعت گزار ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ کے بجائے سچائی کی بنیاد پر زندگی گزارتا ہے۔ مشکلات میں بے حوصلہ ہو جانے کے بجائے وہ راہ حق پر استقامت سے ڈٹا رہتا ہے اور ہر مشکل کو حوصلے سے جھیلتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2007)

سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمھاری بات کو سچ سمجھے، حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی۔(ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالی اسے صبر عطا کرے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور کشادہ تر نعمت نہیں ملی۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1382)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی، تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔(ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائش آتی رہتی ہیں۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اس کا لڑکا مر جاتا ہے، کبھی اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کر لیتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔(ترمذی)

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا (یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی)، لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا، پھر بھی حق پر جما رہا تو اس کے کیا کہنے۔ ایسے آدمی کے لیے شاباشی ہے۔(ابوداؤد)

6۔ خشوع (اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں)

وضاحت: خشوع یا اللہ کے سامنے جھکنا دراصل اللہ کی معرفت کا ثمرہ ہے۔ خدا کی عظمت کا

احساس جتنا بڑھتا ہے، اتنا ہی یہ انسان کو خاشع بناتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گناہ سے بچتا اور نیکیوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس سے قبل اس کا ذکر نماز میں ہوا تھا۔ مگر یہاں یہ اہل ایمان کی مستقل صفت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ یعنی ان کی زندگی مکمل طور پر ایک عظیم ہستی کے احساس میں گزرتی ہے اور یہ احساس ان پر خشوع کی کیفیت کو طاری رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ منافق ان کیفیات سے ہمیشہ محروم ہوتا ہے گو ظاہر میں وہ کتنا ہی خشوع دکھائے۔

حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نفاق والا خشوع کیسا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدن کا خشوع اور دل کا نفاق۔(مسند احمد)

7۔ انفاق (صدقہ دینے والے ہیں)

وضاحت: اس صفت پر بھی جگہ جگہ بات ہو چکی ہے۔ تاہم یہاں منافقین کے پس منظر میں یہ بات اہم ہے کہ مال خرچ کرنے سے ان کی جان جاتی تھی۔ جبکہ بندہ مومن تو تنگی ہو یا خوشحالی ہر حال میں اللہ کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ چاہے اللہ کے دین کی نصرت کا موقع ہو یا بندوں کی مدد کا۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلم نے کسی دوسرے مسلم بھائی کو جس کے پاس کپڑا نہیں تھا، پہننے کو کپڑا دیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔ اور جس مسلم نے دوسرے مسلم بھائی کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل اور میوے کھلائے گا۔ اور جس مسلم نے پیاس کی حالت میں دوسرے مسلم بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی سر بمہر شراب طہور پلائے گا۔(ابی داؤد، ترمذی)

8۔روزہ(روزہ رکھنے والے ہیں)

وضاحت: نماز وزکوٰۃ کی عبادات کا تو بار بار ذکر آیا ہے۔ یہاں روزے کا ذکر بھی اہل ایمان کی ایک مستقل صفت کے طور پر کیا گیا ہے۔اس سے فرض کے علاوہ نفل روزوں کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔روزہ چونکہ ایک بالکل ذاتی نوعیت کی عبادت ہے اس لیے یہ ایک مخلص انسان کے ایمان کا آخری ثبوت ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، مگر اللہ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے بالاتر ہے۔ وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے اور میں ہی اس کا اجر وثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہشات نفس اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک کی بارگاہ میں شرف باز یابی کے وقت اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ بے ہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شور وشغب نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا کرے تو کہے کہ میں روزے سے ہوں۔(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کریں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے انکے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(بخاری، مسلم)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازوں میں سے ایک خاص دروازے کا نام "باب الریان" ہے۔اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا۔ان کے سوا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔اس دن پکارا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ بندے جو اللہ کے لیے روزے رکھا کرتے تھے اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھایا کرتے تھے؟ وہ اس پکار پر چل پڑیں گے۔ان کے سوا کسی کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔جب وہ روزہ دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر کسی کا اس سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔(بخاری، مسلم)

9۔حفظ فروج(اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)

وضاحت: حفظ فروج اصل میں زنا سے بچنا ہے۔اس پر کئی جگہ بات ہو چکی ہے۔لیکن یہاں یہ اہل ایمان کی ایک مستقل صفت کے طور پر آئی ہے۔اس لیے اس سے مراد عفت اور ضبطِ نفس پر مبنی وہ رویہ ہے جس میں انسان زنا کے ساتھ زنا پر ابھارنے والی اور صنفی ہیجان پیدا کرنے والی چیزوں سے بچتا اور دین کے ان احکام کو اختیار کرتا ہے جو عفت اور پاکدامنی کے فروغ کا سبب بنتے ہیں۔ یہ احکام جو سورہ نور میں بیان ہوئے ہیں یہ واضح کرتے ہیں کہ جب کبھی مرد وزن کے اختلاط کا کوئی موقع ہوتا تو مردوں اور خواتین کو کن آداب کا لحاظ کرنے چاہیے۔اس میں مرد وزن کے لیے نگاہوں کی حفاظت، عریانی سے پرہیز اور خواتین کے لیے زیب وزینت کو چھپانے اور سینے کو چادر سے باہتمام ڈھانکنے رکھنا شامل ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی زنا کرتا ہے تو زنا کرتے وقت ایمان اس کے اندر سے نکل کر سائبان کی طرح اس کے اوپر معلق ہو جاتا ہے۔جب وہ باز آجاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔(ابوداؤد، ترمذی)

10۔ذکرکثیر (اوراللہ کوکثرت سے یادکرنے والے ہیں)

وضاحت: اللہ کا ذکر یہاں اہل ایمان کی ایک مستقبل صفت کے طور پر آیا ہے۔اس سے قبل عنوان نمبر18 ’’عقلمندوں کا رویہ‘‘میں ’کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کی یاد‘ کے تحت بات ہو چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی ایک مستقل صفت اس وقت بنتا ہے جب انسان بیٹھے، لیٹے اور کھڑے غرض ہر حال میں اللہ کو یاد کرے۔ یہ یاد ممکن نہیں جب تک انسان ہر لمحہ اللہ کے بارے میں سوچ نہ رہا ہو۔اس کی اعلیٰ ترین شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ان دعاؤں کی شکل میں نظر آتی ہے جو زندگی کے ہر معمول کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔یہی ذکر کثیر کی بہترین شکل ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے،اس شخص کی سی ہے جس کے اندر زندگی پائی جاتی ہے۔اوراس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں کرتا ایسی ہے جیسے کہ کوئی میت۔(بخاری،مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمھارے سارے اعمال میں بہتر اور تمھارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے اور تمھارے درجوں کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں خیر ہے، اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمھارے لیے اس میں خیر ہے جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمھیں ذبح کریں اور شہید کریں۔صحابہ نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا قیمتی عمل ضرور بتائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)

____

22۔مسلمانوں کے باہمی حقوق

’’مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو،

اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

تجسس نہ کرو۔

اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔‘‘(الحجرات49:12-10)

عنوان ومطالبات

ان احکام کے آغاز پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔اس کے بعد ان

کے باہمی حقوق کا بیان ہے۔ یہ حقوق درج ذیل ہیں۔

1۔مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا (مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو)

وضاحت: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان جھگڑا نہیں ہونا چاہیے۔ تاہم کسی غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے ان میں جھگڑے کی نوبت آجائے تو باقی مسلمانوں کو خاموش تماشائی یا مزے لینے والا نہیں بننا چاہیے بلکہ بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کروانی چاہیے۔ اس حکم سے دو باتیں مزید نکلتی ہیں۔ اول یہ کہ مسلمانوں کو اگر صلح صفائی کا حکم دیا گیا ہے تو یہ کبھی بھی پسند نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خود فساد کی آگ بھڑکائیں۔ دوسرے یہ کہ اختلاف اگر قریبی رشتے دار اور خاندان وغیرہ میں ہو تو صلح کرانے کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے سمجھایا، (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم کی مدد تو میں کرسکتا ہوں، لیکن اگر بھائی ظالم ہو تو اس کی مدد کس طرح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ظلم کرنے سے روک دو۔ (بخاری، مسلم)

2۔مذاق نہ اڑانا (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں)

وضاحت: کسی کا مذاق اڑانا اگر دل لگی کے طور پر ہو تب بھی برا ہے اور اگر دوسروں کو کم تر سمجھ کر ہو تو زیادہ برا ہے۔ دل لگی میں دوسروں کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے اور دوسروں کو کم تر سمجھنا تو

تکبر ہے جو بدترین درجہ کا جرم ہے۔ لوگوں پر ہنسنا، ان کی نقل اتارنا، ان کی کمزوریوں کو نمایاں کر کے لوگوں کو ہنسانا سب اس میں شامل ہیں۔

حدیث: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی سے مناظرہ نہ کر، اور نہ اس سے مذاق کر اور نہ ہی وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کر۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ہی تناجش کرو (نیلامی پر مصنوعی بولی دینا تا کہ دوسرے زیادہ قیمت پر چیز خرید لیں) اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے روگردانی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا تقویٰ یہاں ہے کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا حرام ہے اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2044)

حضرت لقمان بن شبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تم جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

3۔طعن و تشنیع سے پرہیز (آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو)

وضاحت: کسی مسلمان پر طعن کرنا، چوٹ کرنا، پھبتی کسنا، طنز کرنا، فقرہ چست کرنا، یہ سب ممنوع ہیں۔ یہ چیزیں مسلمانوں کا دل دکھانے اور باہمی تعلقات کی خرابی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

حدیث: علی بن عبداللہ سفیان عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی خصلت ہے (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1036)

4۔ برے القاب سے پکارنا (اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں)

وضاحت: دوسروں کے لیے برے القاب گھڑنا یا ان میں پائی جانے والی کسی کمزوری یا معذوری کو تضحیک کے لیے ان کے نام کا جز بنا دینا بھی ایک بدترین اخلاقی رویہ ہے۔ جیسے کسی کو اس کے گہرے رنگ کی بنا پر ’کالا‘ کہنا۔ اسی طرح کسی کا ماضی اگر کسی گناہ سے آلودہ ہو تو اسے اس گناہ کی بنا پر عار نہ دلائی جائے، خاص کر جب اس نے توبہ کر لی ہو۔ مزید یہ بھی توجہ طلب ہے کہ قرآن مجید نے یہاں رک کر یہ تبصرہ کیا ہے کہ اوپر کی ساری حرکتیں فسق میں نام پیدا کرنا ہیں اور جو لوگ ان سے باز نہ آئیں، وہی ظالم ہیں۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو کسی ایسے گناہ پر عار دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اس کو اس گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (قرطبی)

5۔ گمان سے پرہیز (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

وضاحت: لوگوں کے متعلق ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ بلاوجہ بدگمانی کرنا، سنی سنائی بات پر بلا تحقیق یقین کرنا، ہر معاملے کی منفی تاویل کرنا، ہر عمل کی غلط توجیہ کرنا یہ سب ممنوع رویے ہیں۔ اس آیت میں بہت گمان کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے بارے میں گمان کے بجائے یقینی علم کی بنیاد پر رائے سازی کرنی چاہیے۔ یہ ممکن نہ ہو تو کوئی رائے قائم ہی

نہ کی جائے۔ منفی رائے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ کسی کے بارے میں مثبت چیزیں علم میں ہوں تو اس سے متعلق اچھی رائے ہی رکھنی چاہیے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن ظن بہترین عبادت ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور نہ کسی کے عیوب کی جستجو کرو اور نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1002)

6۔ تجسس سے پرہیز

وضاحت: اس پر عنوان نمبر 5 ’اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کا فیصلہ‘ کے تحت گفتگو ہو چکی ہے۔ تاہم یہ بات واضح رہے کہ ٹوہ لینے کا یہ کام اس وقت ممنوع ہے جب مزے لینا اور دوسروں کو رسوا کرنا مقصد ہو۔ کسی بھائی کی مدد کے لیے اس کے حال سے باخبر رہنا کوئی ممنوع شے نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔ تاہم عملاً لوگ زیادہ تر دوسرے کے عیوب کی جستجو ہی میں ٹوہ لیتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے عیوب کی جستجو کرو اور نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1002)

7۔ غیبت سے بچنا

وضاحت: کسی کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ وہ سنے تو اسے برا لگے، غیبت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب بات ٹھیک ہو۔ جب بات ہی غلط ہو تو یہ غیبت نہیں بہتان طرازی ہے جو زیادہ بڑا گناہ ہے۔ خیال رہے کہ کسی کے ظلم کا بیان غیبت نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی ضرورت کی بنا پر

مثلاً رشتے وغیرہ کی صورت میں پوچھے جانے پر متعلق شخص کا عیب بتانا بھی غیبت نہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرے کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب میرے بھائی میں ہو جو میں کہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو پھر تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2092)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے سے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ نوچ کے زخمی کر رہے تھے۔ میں نے جرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہیں؟ جرائیلؑ علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی بندوں کی غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی آبروؤں سے کھیلتے تھے۔ (ابی داؤد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ تو دعائے مغفرت کرے اس شخص کے لیے جس کی تو نے غیبت کی ہے، تو یوں کہے کہ: اے اللہ! تو میری اور اس کی مغفرت فرما۔ (مشکوٰۃ)

23۔ایمان اور ہجرت کے تقاضے

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ
اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی،
اور چوری نہ کریں گی،
اور زنا کاری نہ کریں گی،
اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی،
اور اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ تراشیں گی،
اور کسی نیک کام میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی
تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔''، (سورہ ممتحنہ 60۔آیت 12)

عنوان و مطالبات

یہ سورہ ممتحنہ کی آیات ہیں جس کا مرکزی خیال لوگوں پر ایمان کے تقاضے واضح کرنا ہے۔ یہ سورت اصلاً ان لوگوں کے لیے نازل ہوئی جو ہجرت کر کے مدینہ تو آ رہے تھے، مگر اس ہجرت اور ایمان کو ایک گروہ سے دوسرے گروہ میں شامل ہونے کا معاملہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح ہجرت کر کے آنے والے بہت سے لوگوں کے کچھ دنیوی مفادات ہوتے تھے جو ایمان سے زیادہ اہم تھے۔ جبکہ ایمان درحقیقت کچھ تقاضوں کی تکمیل کا نام ہے جن کے بغیر کوئی گروہی وابستگی اللہ کے نزدیک معتبر

نہیں ہوسکتی نہ ہجرت جیسا اعلیٰ عمل ہی نجات دلانے کا سبب بن سکتا ہے۔چنانچہ اس آیت میں ہجرت کر کے مدینہ آنے والی خواتین پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ کیا تقاضے ہیں جو ایمان لا کر انہیں پورا کرنے ہوں گے۔وہ کیا چیزیں ہیں جن سے بچنے کا انہیں عہد کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہی اسلام میں ان کا داخلہ معتبر ہوگا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا واستغفار کی حقدار بنیں گی۔

1۔شرک (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی)

وضاحت: قرآن مجید کی دعوت کی بنیاد لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔آج ہم لوگ اس اعتبار سے بہت خوش نصیب ہیں کہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور پتھروں اور مورتیوں کو نہیں پوجتے۔مگر بعض ایسے توہمات اور تصورات کا کثرت سے شکار ہیں جن میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔خاص کر خواتین تو فکری پہلو کے بجائے توہمات کے ذریعے سے شرک میں مبتلا ہوتی ہیں۔انہیں ان توہمات سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ہمارے ہاں بہت سے توہمات رائج ہیں۔عرب میں بھی ایسے ہی توہمات کا بہت رواج تھا جن کا ذکر متعدد احادیث میں آتا ہے۔

حدیث: زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بارش کے بعد جو شب میں ہوئی تھی، صبح کی نماز پڑھائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نماز سے) فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف اپنا منہ کر کے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار عزوجل نے کیا فرمایا؟ وہ بولے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں کچھ لوگ مومن بنے اور کچھ کافر، تو جنہوں نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی، تو ایسے لوگ مومن بنے اور ستاروں (وغیرہ) کے منکر ہوئے لیکن جنہوں نے کہا کہ ہم پر

فلاں ستارے کے سبب سے بارش ہوئی وہ میرے منکر بنے اور ستارے پر ایمان رکھا۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 816)

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار باتیں میری امت میں زمانہ جاہلیت کی ایسی ہیں کہ وہ ان کو نہ چھوڑیں گے۔اپنے حسب پر فخر اور دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے پانی کا طلب کرنا، اور نوحہ کرنا۔فرمایا نوحہ کرنے والی اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گی کہ اس پر گندھک کا کرتا اور زنگ کی چادر ہوگی۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2153)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔(مثلاً) جس نے اللہ اور رسول کے لیے ہجرت کی ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی۔اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔ (متفق علیہ)

2۔چوری (چوری نہ کریں گی)

وضاحت: قرآن مجید اکثر رب کے بعد بندوں کے حقوق کا ذکر کرتا ہے۔یہاں بندوں کا حق مالی لحاظ سے بیان کیا گیا ہے کہ چوری نہ کی جائے۔چوری اتنا بڑا جرم ہے کہ اس پر قطع ید یا ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔اتنی سخت سزا کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر ایک چھوٹی چیز سمجھی جانے والی یہ چیز جب عام ہو جاتی ہے تو بحیثیت مجموعی پورا معاشرہ عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔لوگ اپنے گھروں میں بھی غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔پھر یہی چوری آگے بڑھ کر قتل اور زنا بالجبر کے

دروازے بھی کھول دیتی ہے۔ چنانچہ پہلے ہی مرحلے پر اسے ایک بہت بڑی اخلاقی برائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور چوری چکاری سے روکا گیا ہے۔ تاکہ خواتین چھوٹی موٹی قسم کی چوری سے بھی بچیں جو وہ اپنے یا پاس پڑوس کے گھروں میں کرلیا کرتی ہیں۔

حدیث: عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگ بدر میں شریک تھے اور شب عقبہ میں ایک نقیب تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ ایسا بہتان (کسی پر) باندھنا جس کو تم (دیدہ و دانستہ) بناؤ اور کسی اچھی بات میں اللہ اور رسول کی نافرمانی نہ کرنا پس جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کی سزا اسے مل جائے گی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہو جائے گی اور جو ان (بری) باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے تو اس سے درگذر کردے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر (بیعت کرلی)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 17)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان دار ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا، اور چور جب چوری کرتا ہے تو ایمان دار ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا، اور شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو ایمان دار ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا۔ (بخاری، مسلم)

3۔ زنا (زنا کاری نہ کریں گی)

وضاحت: زنا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ایک دو طرفہ گناہ ہے جس میں مرد کے ساتھ خواتین بھی

شریک ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ ضروری سمجھا گیا کہ خواتین کو خاص طور پر توجہ دلائی جائے کہ ان کی فطری حیا کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ بدرجہ اولیٰ اس بہت بڑی برائی سے دور رہیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ خاص کر سورہ نور میں مردوں کے ساتھ خواتین کو خاص طور پر یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ زنا سے بچنے کے لیے اپنی نسوانیت اور زیبائش کو چھپا کر رکھیں۔ کیونکہ ان کی نمائش زنا کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو عورتیں کپڑا پہنے ہوئے ہیں لیکن ننگی ہیں خود بھی سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی ہیں اور خاوند کو بھی ہٹا دیتی ہیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہے، (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ انہیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک قسم تو اس قوم کے لوگوں کی ہے کہ جن کے پاس گائیوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور وہ لوگوں کو ان کوڑوں سے ماریں گے اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے کہ جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی دوسرے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے اور یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہوگی۔

4۔ قتل اولاد (اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی)

وضاحت: عربوں میں کئی وجوہات کی بنا پر بچوں کا قتل کر دیا جاتا تھا۔ مثلاً مفلسی کے خوف سے یا پھر بچیوں کے پیدا ہونے کو باعث عار خیال کر کے انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ قرآن کے اس مقام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ظلم میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی پوری طرح شریک ہوتی تھیں۔ ایسا مفلسی کے خوف یا توہمات کے تحت ہوتا تھا۔ تاہم انسانی جان کی حرمت اتنی بڑی ہے

کہ اس کا ارتکاب بدترین جرم ہے۔ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل اور ایک مسلمان کا قتل وہ جرم ہے جس کی سزا ہمیشہ کی جہنم، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے، (نسا 93:4)۔ ضمنی طور پر یہ قتل اولاد اس سختی قلب کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو بعض لوگوں کے دلوں میں اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ بچوں پر شفقت کرنے کے بجائے انہیں قتل کرنے لگتے ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ بغض تین آدمیوں سے ہے۔ایک وہ شخص جو حرم میں بے دینی کا ارتکاب کرے، دوسرے وہ جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو جاری کرنا چاہے، اور تیسرے وہ شخص جو ناحق کسی انسان کا خون بہانے کے لیے اس کے خون کا طلب گار رہو۔
(بخاری، حدیث 6882)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی نے مومن کے قتل میں آدھی بات کہہ کر بھی اعانت کی تو اللہ کے سامنے جب وہ جائے گا تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا، اللہ کی رحمت سے ناامید۔(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن مشکل کاموں میں اپنے آپ کو پھنسا کر آدمی کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کسی کا حرمت والا خون ایسے طریقے پر بہائے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔
(بخاری۔حدیث 6863)

حضرت عبادہ بن صابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو قتل کر کے خوش ہو، اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول کریں گے اور نہ کوئی فدیہ۔(سنن ابی داؤد، حدیث 4280)

5۔تہمت (اور اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ تراشیں گی)

وضاحت: جس طرح زنا بڑا جرم ہے اسی طرح اس کا جھوٹا الزام لگانا ایک بدترین جرم ہے جس کی سزا اسی کوڑے ہے۔اس آیت میں اپنے ہاتھ پاؤں کے بیچ کوئی بہتان نہ تراشنے سے یہی مراد ہے۔"ہاتھ پاؤں کے درمیان" کا کنایہ جنسی اعضا کو بیان کرنے کا ایک شائستہ طریقہ ہے کہ یہ اعضا ہاتھ اور پاؤں کے بیچ میں ہوتے ہیں۔نیز اس اسلوب کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ زنا کے ساتھ اس سے ہلکے نوعیت کے جنسی معاملات مثلاً تقبیل ورملامست وغیرہ کے حوالے سے تہمت لگانا بھی شامل ہوگئی۔

یہاں واضح رہے کہ بہتان تو کسی بھی قسم کا ہو بہت بڑا جرم ہے، مگر جنسی امور سے متعلق بہتان اس لیے سنگین ہوتا ہے کہ ایک تو اس مرد یا عورت کی اخلاقی حیثیت ختم کر دیتا ہے جس پر یہ لگایا گیا ہے دوسرے یہ بہت تیزی سے پھیلتا ہے اور لوگ مزے لے کر آگے بیان کرتے ہیں۔ نیز رشتوں میں دراڑیں اور خاندانوں میں دشمنیاں پیدا کر دینے کا سبب بن جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں بچتے رہو۔صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ کون سے گناہ ہیں۔فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی جان ناحق لینا جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہو، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔(بخاری)

6۔رسول کی نافرمانی سے بچنا (اور کسی نیک کام میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی)

وضاحت: اس سے قبل جن برائیوں کا ذکر تھا وہ خالق اور مخلوق کے حوالے سے نمائندہ برائیاں تھیں۔یعنی شرک ایمان کے ضمن کی سب سے بڑی برائی تھی جبکہ بندوں کے حقوق کے معاملے میں ان کے مال، جان اور آبرو کے لحاظ سے چوری، قتل اور زنا و بہتان کا ذکر تھا۔ان نمایاں ترین

منکرات کے بعد تمام معروف چیزوں کو ایک جملے میں اس طرح جمع کر دیا گیا ہے کہ بھلائی کے کسی کام میں تمھاری نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی رسول معاذ اللہ برائی کا حکم دے سکتا ہے۔ دراصل اس سے مراد ذاتی معاملات کو الگ کرنا ہے جس میں انسان اپنی مرضی سے معاملہ کرنے میں آزاد ہے۔ مثلاً کپڑے کس رنگ کے پہننے اور شادی کس شکل وصورت کی خاتون سے کرنی ہے، یہ دین کا مسئلہ نہیں۔

باقی وہ ساری بھلائیاں جن کا تعلق ایمان واخلاق سے ہے اور معاشرہ جنھیں بھلائی کی حیثیت سے جانتا ہے رسول انھی کی طرف بلانے آتے ہیں اور اس حیثیت میں ان کی اطاعت لازمی ہے۔ رسول کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے جس سے روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2007)۔

عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پروردگار کی خوشی باپ کی خوشی میں اور اس کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔ (ترمذی، رقم 1899)

ابو یحییٰ

کچھ اہم سوالات کے جواب

قرآن کے مطلوب انسان کے ضمن میں ہم نے جو کچھ قرآنی آیات کے حوالے سے لکھا ہے، وہ انتہائی واضح ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کسی اور کے الفاظ نہیں، بلکہ پروردگارِ عالم کا وہ کلام ہے جس کے متعلق اس نے خود فرمایا ہے:

’یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔‘ (بنی اسرائیل 9:17)

اور اس کے اسلوب اور بیان کے متعلق وہ کہتا ہے:

’تمام حمد اس رب کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔‘ (الکہف 1:18)

یعنی قرآن کی ہدایت بھی بالکل واضح ہے اور جس طرح اس ہدایت کی طرف بلایا گیا ہے وہ بھی بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس لیے قران مجید کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے مطلوب انسان کو بیان کرنے کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن ذہن میں کچھ معقول سوالات پھر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم انھی سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔ یہ سوالات عنوانات کے تحت درج ذیل ہیں۔

یہ بہت عام چیزیں ہیں

پہلا سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ جو کچھ قرآن کے حوالے سے ہم نے پیچھے بیان کیا ہے، وہ بظاہر عام سی باتیں لگتی ہیں۔ ان میں کچھ بھی خاص نہیں۔ ان میں کوئی تحقیقی دھماکہ، کوئی علمی انکشاف، کوئی فکری دریافت نہیں ہے۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ ہم نے کہیں یہ دعویٰ کیا بھی

نہیں۔ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ قرآن انسانوں کو پہلے سے معلوم ایک ہدایت کی یاد دہانی کراتا ہے، کوئی نئی بات ہرگز نہیں کرتا۔قرآن پاک جس راستے کی طرف بلاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر نفس میں اس کا شعور پیدائشی طور پر رکھا ہوا ہے (الدہر 3:76)۔قرآن میں اللہ تعالیٰ اسی راستے کو صراط مستقیم قرار دیتے ہیں (الانعام 153:6)۔ شیطان نے اسی راستے سے بھٹکانے کا چیلنج ابتدائے آفرینش میں دیا تھا۔ اس نے جب جب وار کیا اسی راستے سے بھٹکانے کے لیے کیا (اعراف 16:7)۔اللہ تعالیٰ نے بھی اگر اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تو اسی راستے کی ہدایت دینے کے لیے بھیجا، (الانعام 87:6)۔کتابیں اگر نازل ہوئیں تو اسی راستے کے نقشے کے طور پر، شریعت اگر دی گئی ہے تو اسی راستے کی حد بندی کرنے اور اسی کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے (الانعام 154:6)۔

اس لیے اطمینان رکھیے کہ ان باتوں کا عام ہونا ان کا عیب نہیں، ان کی خوبی ہے۔خاص بات وہ عنوانات ہیں جو قرآنی آیات ہی سے اخذ کر کے ہر جگہ سرِ عنوان کے طور پر باندھے گئے ہیں۔ ذرا اس کتاب کی فہرست پر ایک نظر ڈال کر ان عنوانات کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ جن اسالیب سے لوگ ان باتوں کی اہمیت کے قائل ہو سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہر اس اسلوب میں لوگوں کو قائل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ان عنوانات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی اعمال اور اسی صراط مستقیم پر دیکھنا چاہتے ہیں، کسی اور پر ہرگز نہیں۔یہی اہم ہے، اس سے زیادہ اہم اور کچھ نہیں۔اسی میں نجات ہے، کسی اور شے میں نہیں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ یہ راستہ عام تو ہے، مگر آسان نہیں ہے۔اس راستے پر ذرا چل کر دیکھ لیجیے۔آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انگاروں پر چلنا کسے کہتے ہیں، طوفانوں سے ٹکرانا کسے کہتے ہیں اور دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔مگر ایک بندہ مومن جب اس

راہ پر پوری استقامت سے چلتا ہے تو اس کا بدلہ فردوس کی ابدی کامیابی کے سوا کچھ نہیں۔

تمام لوگ یہی باتیں کرتے ہیں

ایک سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ قرآن کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے، کوئی شخص یا گروہ اس کا انکار نہیں کرتا۔سب ہی اسے مانتے ہیں۔یہ بات ٹھیک ہے۔ہمیں اس کا ہرگز انکار نہیں۔ مگر اس حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ کوئی خامی نہیں خوبی ہے۔فکری انتشار کے اس دور میں اگر کوئی ایسی بات سامنے آئے جس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو اور جسے سب لوگ درست سمجھتے ہوں اس سے زیادہ ذہنی سکون کی بات کیا ہو سکتی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ جس اہمیت اور زور کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پیش کرتے ہیں، ہمارے ہاں ان کو وہ مقام حاصل ہی نہیں۔ہمارے ہاں بدقسمتی سے کچھ اور چیزیں زیادہ اہم ہو چکی ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ انہی چیزوں کو اپنا بنیادی مطالبہ قرار دیتے اور انہی پر نجات کو منحصر کرتے ہیں۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اہم ترین ہے، اسے اسی حیثیت میں سامنے لایا جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ اس نے کسی فرد کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔(الاحزاب 4:33)۔اس بات کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک وقت میں صرف ایک چیز کے بارے میں یکسو ہو سکتا ہے۔مثال کے طور اس بات کو یوں سمجھیں کہ عیسائی نظری طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاں بنیادی ہستی ہیں۔مگر انہوں نے بہت سی تاویلات کر کے حضرت عیسیٰ کو معاذ اللہ، اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے۔ اس وجہ سے عملاً ان کا پورا مذہب حضرت عیسیٰ کی شخصیت کے اردگرد گھومتا ہے۔انہی کی محبت، انہی کی خدائی، انہی سے مدد، انہی کا ذکر، عملاً اب مسیحیت بن چکا ہے۔

چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ انسان دین کی بنیادی دعوت اور کرنے کا اصل کام کسی اور شے کو سمجھتا ہو اور پھر وہ ان مطالبات کے ضمن میں حساس ہو جائے جو قرآن بیان کرتا ہے۔ چنانچہ معاشرے میں یہ عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے جیسے دیندار لوگ بعض دینی معاملات میں تو بہت حساس ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے جن مطالبات کو اس کتاب میں قرآن مجید کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے ان کی خلاف ورزی میں ہمارے صبح و شام گزرتے ہیں۔ مثلاً وعدے کی خلاف ورزی، بدگمانی، غیبت وغیرہ جس طرح عام لوگوں کا معمول ہے، ہمارے جیسے دیندار لوگ بھی معمول کے طور پر ان میں ملوث ہوتے ہیں۔

بہت سے احکام شریعت شامل نہیں

ایک بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ دین میں جو دوسرے احکام ہیں، کیا وہ غیر اہم ہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں شریعت کے بہت سے قوانین اور بعض عبادات موجود نہیں ہیں۔

یہ تاثر دو وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے۔ پہلی یہ کہ مدنی سورتوں میں بعض جگہ 'اللہ کی حدود کی پابندی' اور 'اللہ اور رسول کی اطاعت' کے نام سے کچھ اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ ان اوصاف کے تحت جب کبھی ایک مومن کے سامنے دین و شریعت کا کوئی حکم آتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ مثلاً ایک انسان اگر سچا مومن ہے تو وہ وراثت کی تقسیم کے موقع پر اللہ کے قانون کی پابندی ضرور کرے گا۔ مگر وراثت کو حدود الٰہی کے مطابق تقسیم کرنے کو کردار کے ایک مستقل وصف کے طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کم و بیش تمام احکام شریعت کا معاملہ ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں یہ ضروری نہیں سمجھا گیا کہ ایسے اہم مقامات پر تمام احکام شریعت کو بیان کر دیا جاتا بلکہ ایک عام وصف بیان کر دیا گیا کہ یہ اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے ذیل میں تمام احکام شریعت آ جاتے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ تمام احکام شریعت درحقیقت قرآن میں بیان کردہ کردار

اور صفات کی حد بندی کرتے اور انہی کی تفصیل ہوتے ہیں۔ جیسے عفت و پاکدامنی اس کردار کا ایک وصف ہے اور مرد و زن کو جو آداب اس ضمن میں شریعت اسلامی سکھاتی ہے اور جنھیں ہمارے ہاں پردے کے احکام کہا جاتا ہے، وہ اسی صفت کی حفاظت کے لیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اصل مقصد کے بارے میں حساس ہے، وہ اس کے حدود کے بارے میں بھی محتاط رہے گا۔ اس لیے اس کردار میں اس طرح کے احکام بھی بیان نہیں ہوئے۔

اسی طرح دین متعدد عبادات دیتا ہے۔ نماز، روزہ اور زکوۃ جیسی بعض بنیادی عبادات اس کردار میں شامل ہیں۔ تاہم کچھ اہم عبادات مثلاً حج اس میں شامل نہیں۔ مگر یہ بات بالکل واضح ہے کہ حج ہر شخص پر فرض نہیں ہوتا اور جس پر ہوتا ہے زندگی میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ حج کرنا کردار کا مستقل حصہ نہیں ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے شب و روز میں نماز، روزہ اور انفاق کی جھلک تو بار بار نظر آتی ہے، مگر حج کی نہیں۔ یہی سبب ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور روزے کے برعکس حج کی ادائیگی کو اس کردار کی ایک مستقل صفت کے طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ تاہم ایک جگہ (عنوان نمبر 20 'جنت کے خریداروں کی صفات' میں) عبادت گزاری کو اس کردار کی مستقل صفت قرار دے کر یہ بتا دیا گیا کہ جب جب کسی عبادت کی ادائیگی کا موقع آتا ہے، یہ بندہ اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔

یہی مطالبات اعمال صالح ہیں

یہ مطالبات اس بات کا ایک انتہائی خوبصورت اور جامع بیان ہیں کہ اعمال صالح دراصل کیا ہوتے ہیں۔ دین نے ایمان کے بعد جو سب سے بڑا اور بنیادی مطالبہ کیا ہے وہ عمل صالح کا ہے۔ یہ مطالبہ مدنی دور ہی میں نہیں کیا گیا بلکہ مکی دور میں اس وقت بھی کیا گیا جب ابھی شرعی قوانین پوری طرح نازل بھی نہیں ہوئے تھے۔ گرچہ ہم اوپر یہ واضح کر چکے ہیں کہ شرعی قوانین کی تعمیل بھی دراصل

اسی کردار کے ایک وصف یعنی 'اللہ کی حدود کی پابندی' اور 'اللہ اور رسول کی اطاعت' کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس تفصیل کا مقصد اس کنفیوژن کو دور کرنا ہے جو ہمارے ہاں عمل صالح اور ایک صالح آدمی کی تعریف اور تعین کے ضمن میں پیش آتا ہے۔ صالح آدمی یا عورت وہی ہے جو ان اعمال صالحہ کو اختیار کرتا ہے جن کا ذکر ان آیات قرآنی میں کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس ظاہری اعمال کو جس طرح ہمارے ہاں کسی شخص کی نیکی و بدی کا معیار بنا دیا گیا ہے، وہ قابل اصلاح رویہ ہے۔ کوئی فرد اگر اپنی ذات میں ان کو اختیار کرنا چاہے تو اس کی مرضی لیکن یہ آیات اس بات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں کہ اس طرح کی چیزوں کو کسی کے نیک و بد ہونے کا اصل معیار بنا دیا جائے۔ نیکی و بدی کا اصل معیار اور تقوی و فجور کا اصل پیمانہ وہی احکام ہیں جو قرآن کے مطلوب انسان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں۔

جمال و کمال اور فرائض و واجبات کا مجموعہ

ان اعمال صالحہ اور اس قرآنی کردار سے متعلق اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس میں کیے جانے والے مطالبات دو قسم کے ہیں۔ ان میں سے کچھ فرائض و واجبات ہیں۔ جیسے فرض عبادات، ایفائے عہد، ٹھیک ناپ تول کرنا اور غیبت، تجسس، بدگمانی وغیرہ سے باز رہنا۔ یہ اور ان جیسے مطالبات وہ کم سے کم اعمال ہیں، جو بندے سے مطلوب ہیں۔ انہی کے ذریعے سے انسان جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہو سکے گا۔ تاہم خدا کی قربت اور جنت کے بلند درجات کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی انسان کوشش کرتے ہیں اور اکثر اوقات غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں بھی مکمل رہنمائی کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بلند درجات کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ چنانچہ فرض کے علاوہ نفل عبادات و ذکر، تہجد، تنگی میں انفاق، برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا، خشوع والی زندگی، دین کی مدد کے لیے جان، مال اور وقت کی قربانی وغیرہ وہ

صفات ہیں، جو جنت کے بلند ترین مقام کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اس تحریر میں یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر مقام پر کیے جانے والے مطالبات کی نوعیت واضح کی جائے، لیکن یہ بات دین کے کسی بھی اچھے عالم سے سمجھی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی مشکل نہیں۔ تاہم سادہ اصول یہ ہے کہ جو چیزیں دین میں جمال و کمال کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے ترک پر کوئی وعید یا گناہ نہیں ہوتا، ہاں ان کی ادائیگی کی بڑی فضیلت ہے۔ جیسے تہجد نہ پڑھنا کوئی گناہ نہیں، پڑھنے پر بڑا اجر ہے۔

صرف تئیس مقامات کیوں لیے ہیں

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید کے تئیس مقامات ہی کیوں چنے ہیں، کم یا زیادہ کیوں نہیں۔ اس کا سبب تئیس کے عدد کی کوئی خوبی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہی مقامات پر قرآن تفصیل سے اس کردار کا منفی یا مثبت انداز میں نقشہ کھینچتا ہے۔ بعض دیگر جگہوں پر بھی کچھ صفات بیان ہوئی ہیں، مگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ کسی نہ کسی طور انہی مقامات میں بیان کردہ خصوصیات میں شامل ہیں یا ان کی شرح و تفصیل ہیں۔ تاہم اگر قرآن کا کوئی مقام رہ گیا ہو تو قارئین ہمیں مطلع کر سکتے ہیں۔

ہم نے جس اصول کے تحت ان مقامات کو متعین کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱) وہ مقام کسی ایک یا دو عمل صالح کے بجائے متعدد احکام کا مجموعہ ہونا چاہیے۔

۲) ہر مقام پر دوسری جگہ بیان کی گئی چیزوں کے ساتھ کم از کم ایک چیز بالکل نئی ہونی چاہیے۔

۳) ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مجموعہ احکام پر کوئی ایسا تبصرہ ہونا چاہیے جو واضح کر رہا ہو کہ یہی صفات اللہ تعالیٰ کو عین مطلوب ہیں۔

یہاں ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ بڑائی کے کسی زعم، علمی برتری کے کسی احساس یا دوسروں کی تحقیر کے کسی جذبے سے نہیں کیا۔ ہمارے لیے یہ کام ایک فخر نہیں، بلکہ ایک

ذمہ داری ہے، جو ہم نے بساط بھر پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔اس میں اگر کوئی بہتری ہوسکتی ہے تو یقیناً، ہم ہر تجویز کو خوش آمدید کہیں گے۔

معاشرے کی بہتری میں اس کردار کی اہمیت

ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کردار سے کیا ہماری اجتماعی فلاح کا بھی کوئی راستہ نکلتا ہے۔ہمارے نزدیک اس سوال کا جواب اثبات میں ہے۔ہم پوری دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ آخرت کے ساتھ دنیا کی نجات بھی قرآن کے بیان کردہ اسی کردار میں ہے۔ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اسی کردار سے دنیا میں بھی فلاح کے سارے دروازے کھلتے ہیں۔ ہمارے اس اعتماد کا سبب قرآن کے اپنے بیانات ہیں۔قرآن مجید کے نزدیک تو ہر مرد اور ہر عورت (النحل97:16) بلکہ پورے معاشرے کی اجتماعی فلاح (المائدہ66:5) اسی راستے میں ہے۔ہمارے لیے تو قرآن کا بیان ہی کافی ہے مگر تفصیل طلب اذہان کے لیے ہم اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

انسان عام طور پر اپنی زندگی تین دائروں میں گزارتا ہے۔اس کے تعلقات اور معاملات عموماً انہی تین دائروں میں وجود میں آتے ہیں۔تعلقات کے یہ تین دائرے درج ذیل ہیں۔

1)انسان کا اپنے رب سے تعلق Man to God Relation

2)انسان کا انسانوں سے تعلق Man to Men Relation

3)انسان کا صنف مخالف سے تعلق Man to Woman Relation

انسان کا روحانی وجود، اس کا سماجی وجود اور اس کا نفسیاتی وجود بالترتیب انہی تین دائروں کی نمائندگی کرتا ہے۔انسانی تاریخ اور نفسیات کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ انسان جب کبھی خرابی پیدا کرتا ہے تو انہی تین دائروں میں کرتا ہے۔وہ اپنے جذبات، مفادات، خواہشات، تعصّبات اور نظریات کا اسیر ہوکر انہی تین جگہوں پر بگاڑ پیدا کردیتا ہے۔وہ اپنے روحانی وجود کو کبھی رہبانیت کی نذر کرتا ہے

اور کبھی مادیت کا اسیر بنا دیتا ہے۔وہ اپنے نفسیاتی وجود کو کبھی شہوانیت کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے اور کبھی حیوانیت کے جوہڑ میں دھکیل دیتا ہے۔ وہ اپنے اجتماعی وجود کو کبھی مفاد پرستی کی زنجیروں میں قید کردیتا ہے اور کبھی ظلم، ناانصافی، حرص اور فریب کی بیڑیوں میں جکڑ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے خالق ہیں اور اس کی فطرت سے سب سے بڑھ کر واقف ہیں۔انہوں نے جس صراط مستقیم کی طرف اپنے بندوں کو بلایا ہے، اس کی خوبی یہی ہے کہ وہ ان تمام دائروں میں انسان کو انحراف کرنے سے روکتی ہے۔’قرآن کے مطلوب انسان‘ کے ضمن میں جو مطالبات اس رسالے میں بیان ہوئے ہیں، وہ انہی تین دائروں کے حوالے سے ہیں۔وہ انسان کو رب کے ساتھ، اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ اور صنف مخالف کے ساتھ معاملہ کرنے کے ٹھیک اصول بتاتے ہیں۔ جیسے ہی انسان ان پر عمل کرنا شروع کرتا ہے، ان تینوں دائروں میں اس کے اردگرد ایک روشنی پھیلنا شروع ہوجاتی ہے۔ان تین میں سے پہلے دائرے کا تعلق اللہ سے ہے، اس لیے یہاں سے اسے خدا کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔ باقی دو کا تعلق انسانوں سے ہے۔ یہاں سے یہ روشنی اور رحمت دوسروں کو منتقل ہونا شروع ہوجاتی اور آہستہ آہستہ یہ روشنی سب جگہ پھیل جاتی ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ حق کے ابلاغ کی اُس ذمہ داری کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہے، بہتر سے بہتر طریقے پر ادا کریں۔اس میں جو کچھ بھی اچھی اور خیر کی بات ہے، وہ سرتاسر پروردگار عالم کی عطا اور اسی کی مہربانی ہے۔اس عنایت پر رب کی بیحد حمد، ثنا اور تعریف ہے۔جو غلطی ہوگئی یا کمی رہ گئی ہے، وہ ہمارے اپنے نفس کی کوتاہی ہے، جس پر ہم اپنے رب سے معافی کے طلبگار ہیں۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اگر مقصد جنت ہے تو......

مسلمانوں کی تاریخ کے تمام اہل علم اول تا آخر، سلف تا خلف سب اس پر بات متفق ہیں کہ دین کی تمام تر جدوجہد کا آخری مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں اس کی جنت کا حصول ہے۔ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو اس طرح کھول کر بیان کرتے اور اتنا دہراتے ہیں کہ اس میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ اس مقصود کو سامنے ہی نہیں رکھتے بلکہ بار بار یہ بھی بتاتے ہیں وہ کیا راستہ ہے جس کی یہ منزل ہے۔

”قران کا مطلوب انسان“ اسی راستے کا بیان ہے۔ قرآن مجید بالکل واضح ہے کہ یہ راستہ سیدھا جنت تک جاتا ہے۔ اب مجھے اور آپ کو صرف اتنا کرنا ہے کہ اس راستے کو اپنی زندگی بنالیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز اس کتاب کے دو چار صفحات پڑھنا اپنا معمول بنالیں۔ قرآن کے الفاظ اور سیرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی تاثیر ہے کہ اگر ہم انہیں پڑھتے رہے تو یہ خود ہی ہماری زندگی بن جائیں گے۔ اس کے ساتھ اگر روزانہ قرآن مجید کی تلاوت و ترجمہ ہمارا معمول بن جائے تو ہم کبھی کسی فکری اور عملی گمراہی کا انشاء اللہ شکار نہ ہوں گے۔

اگر آپ کی زندگی کا مقصود جنت ہے تو آپ پورے اعتماد سے اس راہ پر قدم رکھ دیجیے۔ انشاء اللہ آپ لازماً جنت کی منزل تک پہنچ کر رہیں گے۔

”جب زندگی شروع ہوگی“

(مصنف: ابویحییٰ)

☆ ایک ایسی کتاب جس نے دنیا بھر میں تہلکہ مچادیا

☆ ایک ایسی تحریر جسے لاکھوں لوگوں نے پڑھا

☆ ایک ایسی تحریر جس نے بہت سی زندگیاں بدل دی

☆ ایک ایسی تحریر جو اب ایک تحریک بن چکی ہے

☆ آنے والی دنیا اور نئی زندگی کا جامع نقشہ ایک دلچسپ ناول کی شکل میں

☆ ایک ایسی تحریر جو اللہ اور اس کی ملاقات پر آپ کا یقین تازہ کردے گی

☆ علم و ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف

(مزید معلومات کے لیے رابطہ:03323051201)

''قسم اُس وقت کی''

(مصنف: ابویحییٰ)

☆ ابویحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' کا دوسرا حصہ

☆ ایک منکر لڑکی کی داستان سفر جو سچ تلاش کرنے نکلی تھی

☆ ایک خدا پرست کی کہانی جس کی زندگی سراپا بندگی تھی

☆ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور روز قیامت کا ناقابل تردید ثبوت

☆ رسولوں کی صداقت کا نشان دور رسالت کی زندہ داستان

☆ کفر و الحاد کے ہر سوال کا جواب ہر شبہے کا ازالہ

☆ ایک ایسی کتاب جو آپ کے ایمان کو یقین میں بدل دے گی

(مزید معلومات کے لیے رابطہ: 03323051201)

قرآن کا مطلوب انسان

''بس یہی دل''

(مصنف: ابویحییٰ)

☆ دل کو چھو لینے والے مضامین

☆ ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

☆ آنکھوں کو نم کر دینے والے الفاظ

☆ ابویحیٰ کے قلم سے نکلے ہوئے وہ مضامین جو ایمان و اخلاق کی اسلامی دعوت کا بھرپور اور موثر بیان ہیں۔

☆ دلنشین اسلوب میں لکھی گئی ایسی تحریریں جنھیں پڑھ کر آپ دل کے دروازے پر ایمان کی دستک سن سکیں گے۔

(مزید معلومات کے لیے رابطہ: 03323051201)

”تیسری روشنی“

(مصنف: ابو یحییٰ)

☆ ابو یحییٰ کی داستان حیات۔ تلاش حق کی سچی کہانی

☆ نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

☆ جب زندگی شروع ہوگی کے حوالے سے اٹھائے گئے اہم سوالات کا جواب

☆ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے والے رویوں کا تفصیلی بیان

☆ امت مسلمہ کے اتحاد کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے ایک رہنما تصنیف

☆ ابو یحییٰ کی ایک اور منفرد تصنیف

(مزید معلومات کے لیے رابطہ: 03323051201)

---- ابو یحییٰ کی آنے والی تصنیف ----

”حدیثِ دل“

موثر انداز میں لکھے گئے علمی، فکری اور تذکیری مضامین کا مجموعہ

When Life Begins

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab Zindagi Shuru Ho Gee

A Book that created ripples through out the World

A Writing that was read by Millions

A Book that changed many Lives

A Writing that has become a Movement

A Comprehensive sketch of the World and Life in the Hereafter in the form of an interesting Novel

A Book that will strengthen your Faith in God and Hereafter

The first book of its kind in the world of Literature

For more information, please call:

(92) 3323 051 201